حضرت علامہ ابوالوفاء الافغانی رحمہ اللہ

اہل نظر کی نظر میں

مرتب

محمد فصیح الدین نظامی، فاضل جامعہ نظامیہ حیدرآباد

نام کتاب : حضرت علامہ ابو الوفاء الافغانیؒ اہل نظر کی نظر میں

مرتب : محمد فصیح الدین نظامی، فاضل جامعہ نظامیہ

سنہ اشاعت : رجب المرجب ۱۴۲۱ھ مطابق اکتوبر ۲۰۰۰ء

تعداد اشاعت : (500) پانچ سو

کمپیوٹر کتابت : اقراء کمپیوٹر پروسس

لکڑی کا پل، حیدرآباد، فون : 3306330

طباعت : ایس۔ آر۔ پروسس، لکڑی کا پل، حیدرآباد

قیمت : (20) بیس روپیہ

--- ☆ ملنے کا پتہ ☆ ---

جامعہ نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد

قادری پبلیکشنز، شاہ گنج، حیدرآباد

منار الاسلام ایجوکیشنل ٹرسٹ، واحد کالونی، رین بازار، حیدرآباد

نظام عطار، محبوب چوک، حیدرآباد

ترتیب

صفحہ

☆☆☆

کلمات مرتب

اس کائناتِ رنگ و بو میں سب سے زیادہ لطیف رشتہ حسن و محبت کا رشتہ ہے لیکن جب بندے کی محبت کا رشتہ اس حسن سے قائم ہوتا ہے جسے حسنِ ازل کہتے ہیں اور اس جمال سے ہو جاتا ہے جو لازوال ہے تو پھر اس رشتے سے بڑھ کر لطیف، اس سے زیادہ شیریں اور اس سے زیادہ نشاط انگیز کوئی دوسرا رشتہ نہیں ہوتا۔ اہل دل کی اصطلاح میں اسے عشق حقیقی کہتے ہیں۔ اہل دل اسی کی صدا لگاتے ہیں وہ سود و سودا اور فکر و فن کی دنیا میں اپنی متاع کو لے کر آتے ہیں یہی ان کی دکان کا اصل سودا ہے یہی ان کے دواخانے کی دوا، یہی ان کے خم خانۂ محبت کی شراب طہور اور یہی ان کے ترکش کا اصل تیر۔ اسی مقدس رشتہ کو استوار کرنے آج سے ۱۲۸ سال قبل سرزمین دکن پر عارف وقت عالم زماں شیخ الاسلام علامہ ابوالبرکات محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز نے ایک دانش گاہ علم و فن ایک میخانۂ معرفت کی داغ بیل ڈالی جو ہمنام مدرسہ بغداد شہرۂ آفاق جامعہ نظامیہ، حیدرآباد ہے۔ لاکھوں قلوب کی دھڑکن بنا ہوا ہے اور اس کا ابر کرم شش جہات میں پھیل رہا ہے۔ اس کے فیض یافتہ فرزند علم و ادب کے ایوان خانوں میں تحقیق و تدقیق، تصحیح و تعلیق، تصنیف و تالیف کے جوہر آبدار ماضی کی طرح آج بھی بکھیر رہے ہیں الحمد للہ علی ذلک۔ اسی ریاض علم کے ایک گل سرسبد فقیہ الامۃ، محدث جلیل، عالم کبیر، محقق شہیر، حضرت العلامہ حافظ و قاری سید محمود شاہ بن مبارک شاہ المعروف بہ علامہ ابوالوفاء الافغانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات عالی مرتبت ہے جن کے تبحر، تفقہ، تخصص تدین، توکل کو فصحائے عصر اور بلغائے دہر خراج فکر و نظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "علامہ ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک تھے اور سرزمین دکن میں آیۃ من آیات اللہ تھے، کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان تھے اس مرد مومن کی تصویر جو ڈاکٹر اقبال کی شاعری کا موضوع ہے" کسی نے کہا کہ "مجھے اپنے محدود دائرہ ملاقات میں کوئی شخصیت بسطۃ فی العلم والجسم کی ایسی مصداق یاد نہیں پڑتی" کسی نے کہا کہ "دل کے ساتھ دماغ بھی متاثر ہوتا چلا گیا اور آپ کا تبحر علمی، طرز استدلال اور اس عمر میں بھی غیر معمولی حافظہ گرہ عقیدت میں جکڑتا چلا گیا" کسی نے تحریر کیا "جس انہماک و شغف اور عشق و محبت سے علمی خدمت کی اس کی نظیر ہم نے نہ کبھی دیکھی نہ سنی اور نہ دیکھتے تو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ایسی کوئی ہستی بھی ہوگی جو اس انداز سے خدمت کرتی ہو" کسی کا تاثر یہ ہے کہ "متقدمین کے کارناموں کی یاد تازہ کردی" کوئی یوں رقمطراز ہے کہ "وہ ایک آدمی" نہیں "اکاڈمی" تھے۔ ان تمام باتوں کی تفصیل آپ کو اس

مختصر کتاب میں ملے گی جس میں عرب وعجم کے پندرہ اہل علم واہل نظر کے تاثرات کو ۸۰ صفحات میں سمیٹنے کی حقیر کوشش کی گئی ہے، خلاق کائنات جل مجدہ کا بے پناہ فضل وکرم واحسان بے پایاں ہے کہ اس ناکارہ کو یہ توفیق بخشی کہ وہ اس جانب قدم اٹھائے بطفیل ممدوح یزداں وشاہ رسولاں حضرت سید محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرزندان جامعہ نظامیہ کی علمی ادبی و تحقیقی خدمات کو مرتب وپیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے فللہ الحمد علی ذلک۔ یہ صحیح ہے کہ ان چند صفحات سے علامہ افغانی کا صحیح تعارف نہیں ہو سکتا لیکن آگے آنے والوں کے لئے تحقیق وتاریخ کی ترتیب وترقیم کے لئے ممیز ضرور ثابت ہوں گے، حضرت ابوالخیرات مدظلہ کے بقول "آپ کی زندگی علمی کدو کاوش ومذہبی سرگرمیوں کی ایسی داستان ہے جس پر مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے "اگر اساتذہ کرام کی دعائیں اور بالخصوص حضرت مولانا ابوبکر محمد الھاشمی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا مفتی ابراہیم خلیل الھاشمی صاحب مدظلہ، مولانا عمر الھاشمی صاحب کی سرپرستی وخصوصی عنایات شامل حال رہیں تو یہ احقر علامہ افغانی کی قندہار میں پیدائش سے لے کر نقشبندی چمن میں استرحت فرمانے تک کے علمی حالات کو قلمبند کرنے کا عزم رکھتا ہے امید کہ احقر کی اس امید وعزم کو یقین وعمل کا لباس عطا ہوگا۔ "علامہ ابوالوفاء الافغانی اہل نظر کی نظر میں" نامی اس کتاب کی ترتیب، پروف ریڈنگ طباعت وکمپیوٹر کتابت میں مذکورہ علماء کرام کے علاوہ مولانا محمد فاروق علی صاحب مہتمم کتب خانہ، مولانا ڈاکٹر سید جہانگیر صاحب، مولانا شیخ محمد عبدالغفور قادری صاحب، جناب حافظ میر فراست علی صدیقی صاحب، مولوی حافظ میر محمد علی صدیقی القادری، بالخصوص ڈاکٹر محمد مصطفیٰ شریف صاحب اسوسی ایٹ پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب مدظلہ کے عربی مقالہ کا اردو ترجمہ کی زحمت اٹھائی۔ جزاھم اللہ فی الدین والدنیا والآخرہ۔

صدر الشیوخ حضرت علامہ سید شاہ طاہر رضوی القادری مدظلہ العالی، شیخ الجامعہ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب قبلہ مدظلہ کی خصوصی دعاؤں اور سرپرستی ونگرانی میں یہ کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے امید کہ اہل علم حضرت علامہ افغانی" کے چھبیسویں یوم وصال پر پیش کی جانے والی اس کوشش کو پسند فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے بصد ادب دعا ہے کہ اس کو احقر کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ طہٰ ویٰسین۔

مورخہ: ۸/ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ — خادم علم وعلماء کرامی

مطابق ۷/ اکتوبر ۲۰۰۰ء — محمد فصیح الدین نظامی

علامہ ابو الوفا قندہاریؒ

پیکر زہد و تقویٰ نمونۂ سلفِ صالحین

از: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

مدیر ماہنامہ 'بینات' کراچی، پاکستان

۱۹۰۸ھ میں پشاور کے حسینی سادات خاندان میں پیدا ہوئے، جلیل القدر رتبہ کے عالم، قرآن حدیث، فقہ عربی ادب پر گہری نظر کے حامل۔ عربی کے بہترین مصنف وشاعر، صحاح ستہ کی مشہور کتاب ترمذی شریف کی شرح چھ جلدوں میں لکھی، بین الاقوامی کانفرنسوں میں اپنے ملک کی نمائندگی کرتے تھے۔ صحافتی میدان میں ماہنامہ ''بینات'' جاری کیا۔ ۱۹۷۷ء میں وصال ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذا جآء اجلھم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون

آج رات ۲۵، ۲۶/جولائی ۷۵ء کی درمیانی شب ۱۷/ رجب ۹۵ھ حیدرآباد دکن سے ایک تاریہ دردناک خبر لے کر آیا کہ حضرت مولانا ابو الوفاء وفات پاگئے۔ ٹیلگرام ۲۲ / جولائی کا ہے، نہ معلوم وصال کب ہوا۔ افسوس کہ ان چند ماہ میں آسمانِ علم کے کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب اور درخشاں ستارے یکے بعد دیگرے غروب ہوتے گئے بصائر و عبر کے مرثیہ خواں قلم کی روشنائی خشک ہونے سے پہلے نوحہ مصیبت کی مرثیہ خوانی کرنی پڑ رہی ہے۔ حضرت والا مولانا سید محمد زکریاؒ کی وفات حسرت آیات کی جانکاہ مصیبت کا پہاڑ سر پر ٹوٹا۔ جس نے دماغ کو

پاش پاش کردیا۔ ان ٹکڑوں کو سمیٹنے سے فرصت نہیں ملی تھی کہ ایک باخدا عالم، گمنام درویش، دور حاضر کے ولی اللہ، پارسا، متقی، زاہد، فقہ حنفی کے محقق، حنفیہ کے محسن اعظم فاضل قندھاری کی وفات نے حواس باختہ کردیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

افغانستان و قندھار کا یہ مایہ ناز عالم جس نے حیدرآباد دکن کو اپنا گہوارہ علم بنالیا تھا ان کے کمالات و صفات کے بیان کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ وہ فقہ حنفی کے امام تھے قدماء حنفیہ کی کتابوں کے حافظ تھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد بن الحسن کی کتابوں کے عاشق تھے جس دیدہ ریزی سے ان ائمہ کی کتابوں کو دنیا کے گوشہ گوشہ سے جمع کر کے ان کی حفاظت کرتے تھے اور پھر ان کی اشاعت کے انتظامات کرتے تھے آج کی دنیا اس کا اندازہ لگانے سے بھی قاصر ہے۔ زہد و تقویٰ کا یہ پیکر مجسم جس مقام پر پہنچا تھا یہ عیش پرست دنیا اس کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ ورع و خشیت کا جو درجہ ان کو نصیب تھا عصر حاضر کا گمان بھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ حیدرآباد جیسے شہر میں جس کی عیش پرستی کے سیلاب میں پہاڑ بھی بہہ گئے اور جہاں بڑے بڑوں کے قدم بھی پھسل گئے۔ اس مردِ خدا کے پائے استقامت کو کیا مجال کہ ذرہ برابر بھی لغزش ہوتی ہو۔ مرحوم صحیح معنی میں عالم باعمل تھے قرآن کے حافظ تھے عشرہ قرآت کے عالم تھے تجوید قرآت میں دو کتابوں کے مصنف تھے، رات کو جب اٹھتے تھے تو جب تک وضو کرتے تھے اور نماز کی تیاری کرتے تھے دردناک فارسی اشعار پڑھتے تھے اور خوب رویا کرتے تھے پھر تہجد میں طویل طویل قیام کرتے تھے اور دردناک لہجہ میں اس والہانہ انداز میں قرآن کریم کی قرآت کرتے کہ سننے والوں کو تڑپادیا کرتے تھے اور بسا اوقات آہ و بکا کی کیفیت طاری ہوتی تھی صبح کی نماز خود پڑھایا

کرتے۔ طوال مفصل کی بڑی سورتیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی نماز میں حفصؒ کی قرأت کے علاوہ بقیہ قرأت سبعہ میں سے کوئی قرأت پڑھا کرتے تھے، مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں عرصہ دراز تک مدرس اور استاذ رہے تھے۔ بعد میں معمولی سی پنشن ہوگئی تھی بس اسی حقیری پنشن سے قوت لایموت کی زندگی بسر کرتے تھے کسی رئیس و جاگیردار کا نہ کھاتے تھے نہ کسی حیدرآبادی رئیس و جاگیردار کی دعوت قبول کرتے تھے وہ جاگیردار جو صالحین میں شمار ہوتے تھے کبھی ان کے ہاں بھی چائے کا ایک گھونٹ تک نہیں پیا، باوجود اس کے یہ تمام حضرات روساء جاگیرداران سے ایسی عقیدت رکھتے اور ان کا ایسا احترام کرتے تھے کہ عقل حیران ہے۔ کمال یہ ہے کہ کبھی ان روسا کے ہاں ملنے جایا کرتے تھے لیکن نہ چائے نہ پانی، عالم ہو یا غیر عالم، غنی ہو یا فقیر کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے خیرات وصدقات تو کجا نہایت مخلصانہ ہدیہ جو بغیر اشراف کے ہو وہ بھی کبھی قبول نہیں کیا یہ ان کا ایک خاص اضطراری ذوق تھا۔ کسی کی حجت و دلیل نہیں سنتے تھے۔ اس سلسلہ کے بڑے دل چسپ واقعات ہیں۔

یہاں ایک واقعہ کا ذکر کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔ (جو خود حضرت بنوری مدظلہ کو پیش آیا وہ حضرت ہی کے الفاظ میں یہاں نقل کیا جاتا ہے)۔

ایک زمانہ میں مولانا مرحوم پر تنگی کا ایسا دور تھا کہ کئی کئی دن کا فاقہ ہوتا مجھے (حضرت بنوریؒ کو) مرحوم کا اصول معلوم تھا کہ وہ کسی کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا کرتے۔ میں نے مولانا محمد موسیٰ میاں افریقی کو مولانا کے بارے میں لکھا۔ انہوں نے مرحوم کے نام بغیر کسی تعارف کے کچھ رقم بھیجی، مرحوم نے مجھے ڈھیل خط لکھا کہ یہ افریقہ میں کون صاحب ہیں۔ جنہوں نے مجھے رقم بھیجی ہے اور میرا پتہ ان

کو کس نے بتایا؟ اور یہ کہ میں اس رقم کو واپس کرنا چاہتا ہوں اس کی واپسی کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ میں نے لکھا کہ یہ ایک مخیّر عالم دین ہیں۔ علماء کرام کو عموماً ہدایا بھیجتے رہتے ہیں ان کو آپ کے نام سے واقفیت ہو گی۔ اس لئے انہوں نے آپ کو بھی ہدیہ بھیجا ہو گا۔ آپ اسے واپس نہ کیجئے بلکہ قبول فرمالیجئے آپ کو وہ حدیث معلوم ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ کو کچھ مال عطا فرمانا چاہا تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کسی ایسے شخص کو دید یجئے جو مجھ سے زیادہ ضرورتمند ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ بغیر اشرف نفس کے کچھ مال مل جائے تو اسے قبول کر لیا کرو۔ اور آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ زاہد نہیں لہذا آپ بھی اس ہدیہ کو جو اشرفِ نفس کے بغیر آیا ہے رد نہ فرمایئے۔ مرحوم نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم نے یہ حدیث نہیں پڑھی کہ الید العلیا خیر من الید السفلی میں نے لکھا کہ اول تو یہ حدیث ہدیہ سے متعلق نہیں بلکہ صدقہ سے متعلق ہے علاوہ ازیں ید علیا کی ایک تفسیر لینے والے ہاتھ سے بھی کی گئی ہے۔ بہر حال آپ کے پاس اس ہدیہ کے رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں، مرحوم نے پھر لکھا کہ میں یہ دروازہ ایک دفعہ بند کر چکا ہوں۔ اب تمہاری تلقین سے اس کو کھولنا نہیں چاہتا۔ پس مجھے بتاؤ کہ یہ رقم کیسے واپس کی جایئے؟ اس کے بعد خط آیا کہ اب مجھے طریقہ معلوم ہو گیا ہے بہر حال اس شدید تنگی میں بھی موصوف نے اس رقم کا ایک حبہ تک استعمال نہیں کیا بلکہ پوری رقم واپس کر کے دم لیا۔ کیا اس حرص و طمع کے دور میں اس کی نظیر مل سکتی؟ اس نوعیت کے نہ جانے کتنے واقعات مرحوم کو پیش آئے ہوں گے (مدیر)

مولانا محمد انوار اللہ صاحب کے مرحوم شاگر رشید تھے۔ اکثر کتابیں

حیدرآباد دکن میں مرحوم سے پڑھی تھیں اس لئے حیدرآباد دکن بعد میں ان کا مسکن اور وطن ثانی بنا۔ موصوف کی زندگی کا سب سے بڑا قابل صد فخر کارنامہ احیاء المعارف النعمانیہ جیسے ادارے کی تاسیس ہے، اس ادارے کا اساسی مقصد یہ تھا کہ حضرات ائمہ کرام امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی (رحمہم اللہ) کی اصلی کتابوں کو مہیا کر کے تعلیقات و مقدمات کے ساتھ عمدہ سے عمدہ صورت میں شائع کیا جائے۔

امام العصر حضرت مولانا محمد انوار شاہ رحمہ اللہ جیسی ہستی اس ادارے کے معاون رکن بن گئی، اور جیب خاص سے ایک رقم بھی عطا فرمائی۔ اس لحاظ سے حضرت شیخ کی رہنمائی اور اعانت کا شرف اس ادارہ کو حاصل رہا اور حضرت شیخ کی رہنمائی سے ہی یہ معلوم ہوا کہ قاہرہ میں ایک محقق حنفی عالم الشیخ محمد زاھد کوثری موجود ہیں۔ چنانچہ امام العصر کے بعد دوسری ہستی محقق روزگار متصلب حنفی وسیع النظر ترکی کے علامہ کی سرپرستی بھی ان کو نصیب ہوئی ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۷۰ھ تک مدۃ العمر حضرت شیخ کوثری اس دارے کے بے نظیر علمی معاون اور رہنما رہے نہ صرف رہنما بلکہ مقدمات و تعلیقات میں نام بنام اصلاح فرمایا کرتے تھے اور استنبول کے علمی کتب خانہ کے نوادرات کی اطلاع دیا کرتے تھے اور ان کے فوٹو وغیرہ منگوانے میں ان کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور طباعت کے لئے کتابوں کا انتخاب ان کی رائے سے ہوتا تھا۔ قاہرہ میں شیخ رضوان محمد رضوان ان کی رہنمائی سے وکیل احیاء المعارف منتخب ہوئے جن کی کوششوں سے احیاء المعارف کی کتابیں قاہرہ میں آب و تاب سے عمدہ تصحیح کے ساتھ چھپنی شروع ہوگئیں۔ حضرت شیخ کوثری کی رہنمائی سے ہی ادارہ نادر ترین مخطوطات سے مالا مال ہوگیا۔

امام ابو زید دبوسی اور امام جصاص کے نوادر مولفات ادارے میں پہنچ گئیں۔ حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہانپوری کا امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے تعلق ہوا کتاب الحجة علی اھل المدینة ان ہی کی تصحیح و مقابلہ و تعلیقات سے حیدر آباد میں طبع ہو گئی اور غالباً شرح پوری نہ ہو سکی یا طباعت پذیر نہ ہو سکی راقم الحروف ہوری کو ۱۹۵۰ء میں اس ادارے کی مجلس عاملہ کا رکن منتخب کیا گیا بعد میں غالباً مولانا عبد الرشید نعمانی کو بھی ادارے کا ممبر بنایا۔ الغرض احیاء المعارف النعمانیہ کے ذریعہ جس طرح ٹھوس علمی خدمات کی اور قدماء ائمہ اور قدماء فقہاء حنفیہ کی کتابیں عمدہ ترین ٹائپ میں تعلیقات و مقدمات کے ساتھ شائع کرتے رہے۔ یہ قیامت تک ان کی یادگار رہے گی اور انشاء اللہ ان کے لئے صدقہ جاریہ رہے گا۔ احیاء المعارف النعمانیہ کی جس انہماک و شغف اور عشق و محبت سے علمی خدمت کی اس کی نظیر ہم نے نہ کبھی دیکھی نہ سنی اور اگر نہ دیکھتے تو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ایسی کوئی ہستی بھی ہو گی جو اس انداز سے خدمت کرتی ہو۔ شب و روز علاوہ عبادت سحر خیزی کے یا تصحیح و مقابلہ ہے یا تعلیق کا کام ہے اور کمال تو یہ تھا کہ خود ایک حبہ تک کا معاوضہ مجلس سے نہ لیتے تھے اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ دوسرا شریک کار مقابلہ کے لئے بھی ایسا ملے کہ معاوضہ نہ دینا پڑے۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدر آبادی متع اللہ الامة بخدماته المدینة جو آج کل پیرس میں قیام پذیر ہیں وہ ادارے کی مجلس عاملہ کے رکن تھے ان سے بھی مقابلہ و تصحیح کی خدمات لیتے تھے انتہائی بؤس و تکلیف کی زندگی گزارتے تھے۔ اور انتہائی حقیر معمولی پنشن پر زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی معاوضہ مجلس سے

وصول کریں آج ان ہی کے اخلاص و احتیاط کی برکت سے ادارے کے کتب خانہ میں بے شمار علمی مخطوطۂ نوادر کا ذخیرہ جمع ہو گیا اور مطبوعات کا بڑا سرمایہ فراہم ہو گیا خود مرحوم کا بڑا نادر کتب خانہ تھا نہ معلوم کہ ان ذخائر علمیہ اور علمی خزانوں کا کیا حشر ہوا ہو گا۔

حضرت مرحوم نے تجرد کی زندگی گزاری اور تمام زندگی علمی خدمات کی نذر کی اور تقریباً پچاس برس تک احیاء المعارف کی جلیل القدر، قابل رشک خدمات انجام دیں مرحوم کی برکت سے کتب ستہ میں سے پہلی مرتبہ الجامع الکبیر مصنفہ امام محمد بن الحسن عمدہ تعلیقات و مقدمہ کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو گئی اور امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار کا پہلی مرتبہ دنیائے علم کو علم ہوا کہ امام ابو یوسف کی بھی کتاب الآثار ہے۔

مرحوم ہی کی کوشش سے حکومت کے مطبع دائرۃ المعارف سے امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب المبسوط شائع ہونی شروع ہوئی۔

اس شہید علم پر اللہ تعالی کی رحمتیں نازل ہوں جس نے اس پر آشوب دور میں سلفِ صالحین کی یاد تازہ کردی۔ میرا انتہائی اصرار رہا کہ ادارے کو پاکستان کراچی منتقل فرمادیں میری طرف سے ہر ممکن امداد سے دریغ نہ ہو گا۔ کیوں کہ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کے بعد ادارے کا مستقبل تاریک ہے اور اس شمع فروزاں کے بعد اندھیرا ہو گا۔ میرے اصرار پر بات سمجھ میں آگئی تھی اور وعدہ فرمایا کہ اگر ارکان مجلس راضی ہوں تو میں اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھاؤں گا لیکن افسوس کہ یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ کاش اگر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدر آباد میں ہوتے تو شاید ادارے کی حیات کی صورت باقی ہوتی۔ مقدرات کا کیا چارۂ کار کیا

جائے تفصیلات تو معلوم نہیں لیکن اجمالاً یوں ہی ہے۔ خدا کرے کہ مایوسی کی اس شب دیجور میں کوئی امید کی کرن پیدا ہو۔

مولانا ابو الوفاء قندھاری کی وفات سے ورع و زہد کا ایک پیکر تقویٰ و خشیت الٰہی کی قوی روح۔ جہد و سعی کا ایک حیرت انگیز نمونہ، سلف صالحین کی عجیب یادگار۔ بؤس و خمول کی حیثیت سے قناعت و زہد کی جہت سے ہو۔ ایک عظیم ترین شخصیت دنیا سے رخصت ہو گئی۔ بس اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ایک ضعیف و نحیف جسم میں قدیم ترین سلف کی روح جلوہ گر ہو گئی تھی۔ عصرِ حاضر میں اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

علم و عمل، شب خیزی اور نالہ ہائے سحری کا یہ بلبل ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ بہار دنیا میں روز افزوں خزاں کی ہوائیں چل رہی ہیں بجز قدرتِ خداوندی کوئی توقع نہیں کہ دوبارہ اس چمنستان دہر میں ایسا گلدستہ دیکھنے کو ملے۔

اے وہ تیرے لئے تعریف ہے کہ جس کا فضل متواتر ہے۔ اے وہ ذات جس کی داد و دہش عام ہے، تیرے لئے تعریف ہے میں تعریف کر رہا ہوں لہذا قبول فرما میری طرف سے اپنی بخشش اپنا احسان اور فضل قبول فرمای۔

میں تیرا احسان مند ہوں

(ماخوذ از: ماہنامہ "بینات" کراچی، ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ)

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

کمال دین و دولت بوالوفا کرد

از : مولانا پروفیسر عبدالستار خان صاحب نقشبندی
سابق صدر شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی، حال مقیم، امریکہ

۲۸ / اکتوبر ۱۹۲۴ء حیدرآباد دکن میں تولد ہوئے۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء تا ۱۹۶۰ء دائرۃ المعارف میں صدر مصحح رہے، ۱۹۶۰ء تا ۱۹۸۴ء شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی میں یادگار خدمات انجام دیں۔ عربی اردو، انگریزی میں ید طولی حاصل ہے۔ ۱۹۸۶ء میں پریسڈنٹ ایوارڈ عطا ہوا۔ ۱۹۴۰ء تا ۱۹۷۵ء علامہ ابوالوفاء کے درس حدیث میں شریک رہے۔ آج کل امریکہ میں رشد وہدایت اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہیں۔

شیخ الفقہاء معقول و منقول کے متبحر فاضل، حامل لواء شریعت، محقق عظیم، جلالۃ العلم والعمل، محدث جلیل، القادری الحنفی، استاذ الاساتذہ، امام الحنفیہ۔ نفعنا اللہ بعلومہ وبرکاتہ آمین؛

زہد و تقوی کے اس مجسم پیکر، علامۂ اجل، عالم ربانی نے حیدرآباد فرخندہ بنیاد کو اس حیات مستعار کا مشرق اور مغرب بنایا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں قندھار سے رام پور (ریاست افغانان) پہونچے اور ایک سال مدرسہ عالیہ رام پور میں مختلف اساتذہ سے استفادہ کرنے کے بعد گجرات سے ہوتے ہوئے حیدرآباد کے جامعۂ نظامیہ میں مستقل طالب علم کی حیثیت سے ۱۳۲۰ھ سے وابستہ ہوگئے۔ رام پور کے مدرسہ عالیہ کے معروف معاصرین میں کلکتہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی پروفیسر ڈاکٹر زبیر صدیقی تھے۔ حضرت مولانا ابوالوفا افغانی علیہ الرحمۃ کے اساتذہ کرام علیہم الرحمۃ جو اس زمانے میں علوم وفنون کی مسندوں

کو بچھائے ہوئے تھے۔ ان میں مولانا عبدالکریم افغانی، مولانا محمد یعقوب دیوبندی اور حضرۃ الاستاذ مولانا سید ابراہیم الرضوی الادیب تھے، مولانا علیہ الرحمۃ نے فن تجوید اور قراءت کی تکمیل حافظ شیخ محمد یمنی اور حضرت محمد ایوب علیھما الرحمۃ سے جو شاہ گنج کی مسجد میں فروکش تھے فرمائی۔

ہمارے مولانا کے زہد و توکل کا یہ عالم تھا کہ درسیات سے فراغت کے بعد جامعۂ نظامیہ میں مدرسی کیلئے درخواست ملازمت تک پیش نہیں کی بلکہ اساتذہ اور انتظامیہ نے مولانا کے انہماک علمی اور تبحر کو دیکھ کر بغیر درخواست کے مامور فرمالیا اور یہی حال وظیفہ حسن خدمت کے موقع پر ہوا۔ جامعۂ نظامیہ کی خدمت تدریس سے سبکدوشی عمل میں آئی تو آپ نے وظیفہ کے لئے کوئی پیش رفت نہیں فرمائی بلکہ مولانا سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ نے حیدرآباد کے دوران قیام اپنی طرف سے وظیفہ حسن خدمت کی تحریک سرپرست جامعۂ نظامیہ آصف سابع میر عثمان علی خان کی خدمت میں پیش کی اور تھوڑا سا وظیفہ غالباً بیس روپیہ مقرر ہوا۔ زہد و استغناء کی یہ دو مثالیں ہیں ورنہ مولانا کی پوری زندگی توکل کی وادی ایمن میں بسر ہوئی ہے۔ آپ کی اس زندگی پر یہ شعر صادق آتا ہے :

فقیر اپنی کمبل میں بیٹھا ہے مست

پیا پے چڑھاتا ہے جام الست

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی مبارک زندگی کا سب سے بڑا قابل فخر کارنامہ ادارۂ احیاء المعارف النعمانیہ کی تاسیس ہے۔ آپ نے اس کی بنیاد علماء مجلس کے تعاون سے ۱۳۴۸ھ میں رکھی۔ اس ادارہ کا اساسی مقصد حضرات ائمہ کرام۔ امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد بن حسن

شیبانی وغیرھم علیھم الرحمۃ کی تصانیف کو مہیا کر کے معیاری مقدمات اور حواشی کے ساتھ اعلیٰ کاغذ اور طباعت کے ساتھ شائع کرتا تھا۔ اس ادارہ کے علمی معاونین میں مصر کے عظیم حنفی محقق علامہ شیخ محمد زاہد الکوثری جو ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۷۰ تک مدۃ العمر سرگرم علمی رکن رہے اور اسی طرح امام العصر عظیم محدث حضرت انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا منظور نعمانی، مولانا محمد یوسف بوری، مولانا عبدالرشید نعمانی، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب، استاذ قانون جامعہ عثمانیہ (مقیم امریکہ) وغیرہم علمی یا انتظامی ارکان تھے۔

علامہ زاہد کوثری علیہ الرحمہ کے تعاون سے قاہرہ کے شیخ رضوان محمد رضوان ادارہ کے وکیل مقرر ہوئے اور احیاء المعارف کی کتابیں قاہرہ سے شائع ہونے لگیں جس کی وجہ سے پورے عالم عرب اور عالم اسلامی میں علم و ادب اور قانون اسلامی کے کارنامے منظر عام پر آئے اور علماء امت اپنے اسلاف کے ان عظیم کارناموں سے استفادہ کرنے لگے۔ مولانا کا اخلاص اور ایثار کہ نہ تو زندگی بھر آپ نے اس ادارہ کی خدمت کے صلہ میں ایک حبہ سیاہ لیا اور نہ معاونین علماء جو مخطوطات کو نقل فرماتے اور مقابلہ اور تصحیح میں مولانا علیہ الرحمۃ کی اعانت فرماتے انہوں نے کوئی معاوضہ لیا۔

مولانا علیہ الرحمۃ نے تدریس، کے علاوہ ہر یکشنبہ عوام کے استفادہ کے لئے اپنے گھر پر حدیث اور تصوف کا درس جاری فرمایا جو تقریبا دو گھنٹہ جاری رہتا جو ادب، وقار اور روحانیت کا عجیب سماں پیش کرتا تھا۔ حدیث شریف میں سیدی و آقائی محدث دکن کی تصنیف زجاجۃ المصابیح کا درس شروع فرمایا جس کی قراءت کی سعادت اس راقم عاجز کو حاصل تھی اور الحمد للہ ثم الحمد للہ

زجاجۃ کی پانچویں جلد کے باب مناقب ابی ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے اختتام تک جاری رہا ۔ مولانا کا یہ درس بڑی برکتوں کا موجب بنا ، کئی احباب کی زندگیوں میں دینی انقلاب رونما ہوا اور یہ سب اتباع سنت کے پیکر بن گئے ۔

مولانا علیہ الرحمۃ کی سوانح پر مولانا عبد الفتاح ابوغدہ حلب (ملک شام) کے جلیل القدر حنفی عالم نے اپنی کتاب " العلماء العزاب " (وہ علماء جنھوں نے علم اور دین کی خدمت میں تجرد کی زندگی بسر کی) میں ص ۱۲۳۔۱۲۶ تک ، مولانا یوسف بنوری نے "فیصلہ ہفت مسئلہ " کے مقدمہ میں اور پروفیسر سلطان محی الدین صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ " علماء العربیہ فی عہد الآصفیہ " میں ایک بسیط مقالہ (ص ۳۱۵ھ تا ص ۳۳۰) سپرد قلم کیا ہے۔ اللہ تعالی اس علمی خدمت پر ان تینوں اصحاب کو جزاء خیر عطا فرمائے ۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

اس عاجز راقم نے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں ۱۹۴۱ء میں اپنے استاذ قراءت حضرت شیخ عبد الرحمن الحموی علیہ الرحمۃ شیخ التجوید و القراءت جامعۂ نظامیہ کی معیت میں حاضر ہوا اور آپ کی وفات یعنی ۱۹۷۵ء تک آپ سے وابستہ رہا۔ اسی سال ۱۹۴۱ء میں مجلس احیاء المعارف کا رکن بنا اور بعد ازاں اس مبارک مجلس کا معتمد بنایا گیا جو تا حال قائم ہے۔ یہ عاجز الحمد للہ خوش تقدیر ہے کہ ایک عظیم شیخ کی ارادت مندی اور مریدی کی عزت سے فیضیاب ہوا اور ایک عالم ربانی کے زیر تربیت رہا۔

حضرت علیہ الرحمہ کی مبارک زندگی ، سیرت ، تحقیقاتی کارنامے ، حنفیت کی خدمت اور عبادت و ریاضت ، تبحر علمی یہ سب ایسے موضوعات ہیں جو

اسلامیات میں کام کرنے والوں کیلئے انکی تحقیق کا موضوع بن سکتے ہیں ۔ اپنی دیرینہ وابستگی اور استفادہ کی بناء پر یہ عاجز کہہ سکتا ہے کہ حضرت مولانا ابو الوفاء علیہ الرحمۃ حضرت محدث دکن قدس سرہ کی طرح بلا مبالغہ ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک تھے اور سرزمین دکن میں آیۃ من آیات اللہ تھے ۔ کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان تھے ۔ اظہار حق میں راعی اور رعایا آپکے پاس سب برابر تھے ۔ مناسب ہوگا کہ یہ عاجز اس موقع پر آپ کے امر بالمعروف کی ایک مثال عرض کرے :

آصفی سلطنت کے آخری حکمران نواب میر عثمان علی خان نے اعلان کیا کہ میں آج سے تفضیلی ہوں یعنی امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے تینوں خلفاء رضی اللہ عنھم پر فضیلت دیتا ہوں اور یہ شیعی عقیدہ ہے ۔ اسی دن جامعہ نظامیہ میں امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جلسہ منعقد تھا جس کے تنہا مقرر حضرت مولانا ابو الوفاء ہوا کرتے تھے ۔ دوران تقریر حضرت مولانا نے بادشاہ کے اس اعلان پر تنقید کی اور فرمایا :

” ہمارے بادشاہ نے تفضیلی ہونے کا اعلان کیا ہے اور یہ شیعیت کا اعلان ہے، مسلمانو ؛ سن لو جس سلطنت کا بادشاہ شیعی ہو جائے اس سلطنت کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں “

محکمہ خفیہ نے باشاہ کی خدمت میں اپنی رپورٹ لکھ بھیجی ، بادشاہ نے دفتری نظم ونسق کے مطابق اس وقت کے میر مجلس جامعہ نواب فخر یار جنگ (وزیر فینانس) کے پاس اس مثل کو روانہ کیا کہ جس جامعہ کے تم صدر ہو ، اس کے ایک استاذ نے مجھ پر تنقید کی ہے اس کا جواب طلب کیا جائے :

نواب فخریار جنگ نے محکمہ خفیہ کی رپورٹ اور بادشاہ کی تجویز پر اپنی رائے لکھی کہ :

" عالم دین کی ذمہ داری ہے کہ حاکم ہو یا محکوم شریعت کی نظر میں کوئی بات مخالف دین و شریعت ہو تو ان کو متنبہ کردے، میری رائے میں مولوی ابوالوفاء نے عالم ہونے کی حیثیت سے اپنا حق ادا کیا ہے۔ اس لئے جواب طلب کرنے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی گئی "

بادشاہ نے جامعہ کے میر مجلس کی رائے پڑھی تجویز کردی کہ مثل داخل دفتر کردی جائے یعنی کارروائی ختم ہوچکی ۔ (Case closed) ۔

حضرت مولانا ابوالوفاء علیہ الرحمۃ کا یہاں ایک واقعہ بیان کیا گیا ۔ حضرت کی مبارک زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی تھی ۔

علوم اسلامیہ اور دینی تربیت کی ایسی یادگار اور نادر مثالیں آپ نے چھوڑی ہیں کہ اسلاف کی یادگار تازہ ہوجاتی ہے۔

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے غیر متاہل زندگی گذاری ، خورد و نوش کی ذمہ داری آپ کے شاگرد خاص مولانا مفتی مخدوم بیگ علیہ الرحمۃ مفتی جامعہ نظامیہ نے قبول کرلی تھی اور حضرت برابر والے مکان مجلس احیاء المعارف میں اقامت گزیں تھے ۔ مولانا مخدوم بیگ علیہ الرحمۃ آپ سے بیس سال قبل انتقال فرماگئے تو حضرت مفتی صاحب کے گھر کی پوری ذمہ داری آپ کے سپرد ہوگئی۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے تینوں صاحبزادے مولانا ابوبکر ہاشمی (مصحح دائرۃ المعارف) مولانا حافظ ابراھیم خلیل (مفتی جامعۂ نظامیہ) اور مولوی عمر فاروق (مصحح دائرۃ المعارف) نوعمر تھے اور طالب علم، پہلے دونوں تو علوم اسلامیہ

مولانا کی خدمت میں حاضری کے بھی آداب مقرر تھے۔ دروازہ کو اندر سے کواڑ اور زنجیر لگی ہو تو قاعدہ یہ تھا کہ اس وقت مولانا مشغول ہیں ملاقات ممکن نہیں۔ اگر صرف اڑونڈا لگا ہو تو آنے والا دروازہ کھول کر گھر میں داخل ہو کر خاموش بیٹھ رہے اور مولانا اگر علمی کام میں مشغول ہیں یا لکھ رہے ہوں تو مولانا متعلقہ فقرہ کو ختم کر کے قلم رکھ کر آنے والے کی طرف متوجہ ہوتے، پھر زائر سلام عرض کرتا اور گفتگو ہوتی، یہ ایسے آداب ہیں جو بہت کم سننے اور دیکھنے میں آئے ہیں۔ بہر حال حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی مبارک زندگی بڑی منضبط اور باقاعدہ تھی ہر کام کا وقت مقرر تھا، فرماتے کہ مغرب کے بعد میرے دروازے کو قفل لگتا ہے۔ تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوتی، قرآن کی تلاوت دن اور رات میں الگ الگ مقررہ تھی، رمضان المبارک میں تو دن بھر تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے۔ فرماتے کہ میں رمضان المبارک میں گویا گھر میں تلاوت پاک کیلئے معتکف ہوں۔

مولانا کے اس مبارک تذکرہ کو یہ عاجز آپ کے سفر آخرت کے کوائف پر ختم کرنا چاہتا ہے۔

آخری عمر میں بیماریوں نے شدت اختیار کی اور خصوصا ضعف بڑھتا گیا جگر میں پانی جمع ہو گیا پانی نکالا گیا اس کے بعد عالم سکرات شروع ہو گیا۔ غشی کے عالم میں یوں فرماتے کہ ”میں نے ایک نیا گھر بنالیا ہے“ یہ عاجز مولانا علیہ الرحمۃ کے آخری تین دن، آٹھوں پہر گھر اور ملازمت سے چھٹی لے کر آخری خدمت کے لئے رہ گیا۔ اس عاجز کی رفاقت مولانا حافظ ابراہیم سلمہ اللہ نے کی یہاں تک کہ تیرہ رجب ۱۳۹۵ھ روز چہار شنبہ آپہونچا۔ حاضرین فجر کی نماز

پڑھ کر گھر کو پہونچے تو عزیزم مولوی نذیرالدین حسینی صاحب نے اس عاجز سے فرمایا کہ آپ سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کریں آخری لحات معلوم ہو رہے ہیں اس عاجز نے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کی اور غالباً دوسرے رکوع کی آیت (۲۶) قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ پر پہنچا کہ اس عالم ربانی زاہد سبحانی نے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ، روح مبارک جب پرواز ہوئی تو لبوں پر مسکراہٹ تھی اور دفن تک قائم رہی ، علامہ اقبال کے الفاظ میں :

نشان مرد مؤمن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست
(علامہ اقبال)

آپ کا مزار پر انوار نقشبندی چمن ، مصری گنج میں مرجع والستگان ہے۔

مولانا یوسف بوری علیہ الرحمۃ نے فیصلہ پنج مسئلہ کے مقدمہ میں " وفات حسرت آیات " کے عنوان سے حضرت مولانا ابو الوفاء افغانی پر ایک معیاری سوانحی خاکہ سپرد قلم کیا۔ اس میں چند فقرے قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں :

" مولانا ابو الوفاء قندھاری کی وفات سے ورع وزہد کا ایک پیکر ، تقوی وخشیت الٰہی کی قوی روح ، جہد وسعی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ، سلف صالحین کی عجیب یادگار ، بوس وخمول کی حیثیت سے یا قناعت وزہد کی جہت سے ہو ، ایک عظیم ترین شخصیت دنیا سے رخصت ہوگئی ، مس اللہ تعالی کی قدرت ہے کہ ایک ضعیف و

نحیف جسم میں قدیم ترین سلف کی روح جلوہ گر ہو گئی تھی عصر حاضر میں اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

علم و عمل، شب خیزی اور نالہ ہائے سحری کا یہ بلبل ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ بہار دنیا میں جو رز افزوں خزاں کی ہوائیں چل رہی ہیں بجز قدرتِ خداوندی کوئی توقع نہیں کہ دوبارہ اس چمنستان دہر میں ایسا گلدستہ دیکھنے کو ملے۔

اے وہ تیرے لئے تعریف ہے کہ جس کا فضل متواتر؛ اے وہ ذات جس کی داد و دہش عام ہے، تیرے لئے تعریف ہے؛ میں تعریف کر رہا ہوں لہذا قبول فرما۔ میں تیرا احسان مند ہوں'' (مولانا یوسف بنوری کی عبارت ختم ہوئی)

فانی بدایونی نے کیا خوب کہا:

پھر گورِ غریباں کا ہر ذرہ لرز اٹھا　　　فانی کوئی دل شاید پھر زیرِ زمین آیا

اپنے مربی اور استاذ کے سوانحی خاکہ کو راولپنڈی کے معروف شیخ طریقت مولانا عبدالکریم نقشبندی (ل ۱۹۳۶ء) کے قطعہ تاریخ وفات کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے جو ہمارے حضرت مولانا ابوالوفاء علیہ الرحمۃ پر معمولی تصرف کے ساتھ حرف بہ حرف صادق آتا ہے:

قبلۂ دیں و کعبۂ ایماں　　　ناصرِ دین و مذہب نعماں
وارثِ علم مصطفوی　　　رکنِ دین و شیخ زماں
چشمۂ فیض و عارفِ کامل　　　مطلعِ نورِ دیں و معدنِ عرفاں
یعنی شیخ ما ابو الوفا　　　واقفِ علم و حافظِ قرآں
در روز سیزدہ ماہِ رجب　　　گشت از چشم ما ہمہ پنہاں
ہاتف گفتہ سالِ وصلش　　　فخرِ ملک، فردِ عالم

۱۳۹۵ھ

مولوی سید ابو الفضل سابق شش جج ہائی کورٹ آندھرا پردیش نے ذیل کے دو شعر میں تاریخ وفات یوں نظم کی ہے :

فخر دیں و فخر ملت بو الوفا	آنکہ ذاتش منبع فیضان بود
واصل حق شد بدین مصطفیٰ	بحر عرفاں ثانی نعمان بود
	۱۳۹۵ھ

مولانا ابو بحر ہاشمی حفظہ اللہ، صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ جانشین حضرۃ الاستاذ مولانا ابو الوفاء افغانی علیہ الرحمۃ نے لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان سے استفادہ کرتے ہوئے یہ دو شعر نظم کیے ہیں وللہ درہ :

ھمین است تربت آں مردِ عارف	"کہ کارِ خیر بے روی و ریا کرد"
بفیضِ عشقِ سلطانِؐ دو عالم	"کمال دین و دولت بو الوفا کرد"

(ماخوذ از تذکرہ حضرت محدث دکن ۔ مصنف مولانا ڈاکٹر عبد الستار خان صاحب نقشبندی، ایم اے، پی ایچ ڈی، سابق صدر شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن، حال مقیم امریکہ، سن طباعت ۱۹۹۹ء)۔

⦸+++⦸

مولانا ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ

حیات اور کارنامے

عربی: مولانا پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب

پروفیسر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدرآباد

۷ / اکتوبر ۱۹۳۸ء حیدرآباد میں ولادت ہوئی۔ جامعہ نظامیہ سے مولوی کامل، ۱۹۷۰ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی تکمیل کی۔ شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی میں ۲۲ سال بے مثال خدمات انجام دیں۔ ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں توسیعی لکچرس دئے کئی طلباء نے آپ کے زیر نگرانی پی ایچ ڈی وایم فل کی تکمیل کی۔ کئی تنظیموں کے رکن۔ علامہ ابو الوفاء الافغانیؒ علامہ ابو الحسن زید فاروقیؒ سے بھی خوب استفادہ کیا۔ صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ حاصل کیا۔ علمی خدمات کا تسلسل جاری ہے۔

اردو ترجمہ: مولانا ڈاکٹر محمد مصطفی شریف صاحب

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدرآباد

بلند پایہ محدث وفقیہ بے بدل حضرت ابو الوفاء محمود بن مبارک بن بشیر بن عمر بن کامل، حنفی، قادری، افغانی رحمہ اللہ، دس ذی الحجہ ۱۳۱۰ ہجری کو افغانستان کے مشہور شہر قندھار، تخت ثانی افغانستان میں پیدا ہوئے اور یہیں اپنے والد بزرگوار کے ظل عاطفت میں پروان چڑھے۔

آپ کے والد ماجد بڑے متقی و پرہیز گار تھے اپنا بیشتر وقت ذکر و اشغال میں گذارتے تھے آپ کے دادا صاحبِ کشف و کرامات تھے ۔

مولانا ابو الوفاء رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور دیگر مشاہیر علماء سے حاصل کی ابھی آپ چودہ برس کی عمر شریف کو پہونچے ہی تھے کہ والد بزرگوار نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ شوق تحصیل علم نے آپ کو ترک وطن پر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کا رخ کیا اور گجرات کے چند مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد رامپور کے مدرسۂ عالیہ میں داخلہ لیا جہاں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ چونکہ آپ کو اسلامی علوم وفنون سے گہری وارفتگی تھی اسی لئے ان علوم وفنون میں براعت و مہارت پیدا کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ نظامیہ کا علمی شہرہ سن کر حیدرآباد کا رخ کیا اور مدرسہ نظامیہ (جو آج جامعہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہے) میں داخلہ لیا اور اس جامعہ سے انہوں نے اپنا دائمی رشتہ جوڑ لیا۔ یہاں مشاہیر علماء، کامل اساتذۂ کرام کی سرپرستی میں محنت شاقہ کے ذریعہ بہت ہی کم وقت میں علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال پیدا کر لیا اور عنفوان شباب ہی میں ایک ممتاز عالم بن گئے اور اپنے رفقاء وزملاء میں سبقت لے گئے۔

آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ وکلام کے جلیل القدر اساتذہ کرام: حضرت مولانا شیخ یعقوب، حضرت مولانا عبدالصمد قندھاری، حضرت مولانا سید عبدالوہاب، حضرت مولانا مفتی رکن الدین تلمیذ خاص بانی جامعہ نظامیہ رحمھم اللہ سے حاصل کیا۔ حضرت مولانا مفتی رکن الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں رہکر فقہ میں کامل ادراک حاصل کرلیا۔ عربی زبان وادب ادیب اریب حضرت مولانا سید ابراہیم رضوی رحمہ اللہ سے اور فارسی زبان وادب حضرت مولانا حافظ ایوب رحمہ اللہ سے پڑھا حضرت

مولانا شیخ محمد یمانی رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد فن قرأت میں دسترس حاصل کیا۔

آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر میں اواخر قرآن کو ختم کرتے اور ہر رمضان میں نماز تراویح میں مکمل قرآن مجید ختم کرتے لیکن اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنے شاگرد عزیز مولانا حافظ مفتی ابراہیم خلیل صاحب سے نماز تراویح میں قرآن مجید سماعت فرمانے لگے اور خود مسلسل پینتیس برس تک محلہ کی مسجد میں صلواتِ خمسہ کی امامت فرماتے رہے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت مولانا ابو الوفا رحمہ اللہ کا جامعہ نظامیہ میں داخلہ بانیٔ نظامیہ عارف باللہ حضرت مولانا حافظ انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ رحمہ اللہ کی منظوری سے ہوا تھا۔ حضرت مولانا ابو الوفاء کے علمی ذوق و شوق کی وجہ سے بانی علیہ الرحمۃ آپ کو بہت چاہتے تھے اور مولانا ابو الوفاء رحمہ اللہ بانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر ان سے خوب استفادہ فرمایا۔

علمی مرتبہ ومقام :

مولانا ابو الوفاء رحمہ اللہ ایک جلیل القدر عالم باعمل تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ بالخصوص حدیث نبوی، فقہ حنفی پر گہری نظر تھی۔ فن قرأت، نظم قرآن، رسم قرآن اور تاریخِ اسلام کا وسیع مطالعہ تھا۔ مذاہب اربعہ کے اصول وفروع میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اسی سبب سے آپ کو دکن میں فقہ حنفی کا امام مانا جاتا تھا۔

قدیم فلسفہ، منطق، اسلامی تاریخ اور عالمی تاریخ کا بھی وسیع مطالعہ تھا اور کبھی کبھی بالتفصیل تاریخی حوادث و وقائع کو بیان فرماتے تھے۔

تاریخ وجغرافیہ میں ان کے اپنے خاص نظریات تھے اس کے علاوہ فن رجال،

وانساب کے ایک جید عالم مانے جاتے تھے۔ اپنی علمی وجاہت و تقویٰ و پرہیز گاری کی وجہ سے وہ اپنے زمانے کے منقطع النظیر شخصیت بن گئے۔

حلیہ، اخلاق وعادات:

مولانا ابو الوفاء رحمہ اللہ اعلیٰ حسب ونسب کے حامل، دراز قد اور نہایت ہی حسین وجمیل تھے آپ کا رنگ گورا اور سرخی مائل تھا آپ کے چہرے سے بزرگی جھلکتی تھی۔ خوش خلقی، راست گوئی اور اظہارِ حق میں بے باکی آپ کے صفات عالیہ میں سے تھے، اظہار حق میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے اور کسی قوت سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ آپ نہایت پرہیزگار اور پاک دامن تھے اپنی پوری زندگی علم دین کی خدمت اور قدیم علمی ورثہ کی نشر واشاعت میں صرف کردی۔

علمی کارنامے:

بعدِ فراغتِ علم مولانا ابو الوفاء رحمہ اللہ اپنی ہی مادر علمیہ میں شعبۂ تدریس سے وابستہ ہو کر کئی سال تک فقہ حدیث اور عربی زبان وادب کا درس دیتے رہے یہاں تک کہ آپ نائب شیخ الفقہ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ کا تدریسی اور تقریری انداز فقہاء عظام کی مانند بالکل علمی و تحلیلی ہوا کرتا تھا۔ اثناء درس فقہاء کے اختلافات پر سیر حاصل بحث کرتے تھے۔ نیز آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ سے ماخوذ احکام کو بھی بکثرت زیر بحث لاتے اور ساتھ ساتھ اجلہ فقہاء کرام کی حجتوں اور ائمۂ فقہ میں اسباب اختلافات پر بھی روشنی ڈالتے تھے۔ اس کے علاوہ متن کی تحقیق، اسناد کی صحت، دفع تناقض اور مذاہب اربعہ میں فقہ حنفی کے تفوق وامتیاز کو دلائل قویہ اور براہین قاطعہ سے ثابت کرتے تھے۔ آپ کے بحر علم سے بے شمار تشنگان علم سیراب ہوئے۔

آپ کے دولت کدہ پر ہفتہ واری درس حدیث کا اہتمام بھی تھا۔ جس میں جامعہ نظامیہ اور جامعہ عثمانیہ کے اساتذہ کے علاوہ مشاہیر علماء اور طلبہ کی ایک کثیر تعداد شریک رہتی تھی ان میں قابل ذکر پروفیسر مولانا محمد عبد الستار خان صاحب سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ، پروفیسر غلام احمد مرحوم و مغفور، ڈاکٹر محمد عبد الغفار خاں صاحب، مولانا حافظ ابراہیم خلیل صاحب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ، مولانا شیخ ابو بکر محمد ہاشمی، مولانا فاروق ہاشمی اور دیگر مصححین دائرۃ المعارف ہیں۔ اس علمی محفل میں علماء و محققین کے علاوہ ڈاکٹرس انجینیرس، ماہر نظم و نسق و تجار اور خود راقم السطور بھی شریک ہو کر آپ کے بحر علم سے سیراب ہوا کرتا تھا۔

حضرت مولانا ابو الوفاء رحمہ اللہ حرمین شریفین کی زیارت کا بھی شرف حاصل کیا اور حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے اور دوران قیام حجاز مکہ معظم اور مدینہ منورہ کے محدثین کرام سے اسناد حدیث حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب اللہ نے چاہا کہ علوم اسلامیہ کی حفاظت و صیانت ہو سکے اور ضیاع و تلف سے محفوظ رہیں تو اس کی جمع و تدوین کی ذمہ داری حضرت ممدوح کے کندھوں پر ڈالدی۔ اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل کی غرض سے آپ نے جامعہ نظامیہ کی تدریس سے مستعفی ہو کر اقطاع عالم میں بکھرے ہوئے فقہ حنفی کی تائید میں مخطوطات و مطبوعات اکٹھا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ اس عظیم منصوبے میں باقاعدگی لانے کے لئے مولانا ابو الوفاء رحمہ اللہ نے نظامیہ کے فارغین کے سامنے ایک مجلس علمی کی تاسیس کی تجویز پیش کی جس پر سب نے اتفاق کیا اور ایک علمی مجلس تشکیل پائی جس کو بالاتفاق "مجلس احیاء المعارف النعمانیہ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور متفقہ طور پر مولانا ابو الوفاء

رحمہ اللہ کو اس مجلس کا صدر و سرپرست منتخب کر لیا گیا۔ مولانا ممدوح نے اس عظیم کام کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ اس مبارک مقصد کے حصول کے لئے کبار علماء کرام آپ کے ساتھ ہو گئے اور آپ کے فاضل تلامذہ جن کو فقہ اسلامی سے گہرا شغف اور تحقیق و تعلیق میں دیرینہ تجربہ حاصل تھا آپ کے ممد و معاون بن گئے۔ جن میں قابل ذکر مولانا مفتی سید محمود، مولانا مفتی مخدوم بیگ، مولانا مفتی محمد رحیم الدین، مولانا مفتی محمد عبد الحمید، مولانا حکیم محمد حسین شیخ الحدیث۔ مولانا قاری محمد عبد الرحمٰن بن محفوظ رحمہم اللہ ہیں۔

اس عظیم پراجکٹ میں مولانا ممدوح نے فارغین نظامیہ کے علاوہ دیگر علماء کرام کی بھی خدمات سے استفادہ کیا اور ان کو مجلس احیاء المعارف ۔العمانیہ کی رکنیت بھی عطا کی ان میں قابل ذکر علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا مفتی مہدی حسن، مولانا شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی اور علامہ محمد زاہد کوثری نے تو اپنی شخصی دلچسپی سے مولانا کے لئے قیمتی و نادر مخطوطات جمع کیے جس کی وجہ سے مجلس العمانیہ کے مکتبہ میں قابل لحاظ تعداد میں نادر مخطوطات جمع ہو گئے۔ نیز علامہ کوثری ہی کی توجہ پر مولانا شیخ رضوان محمد رضوان مصری کو احیاء المعارف کا وکیل بنایا گیا جن کی مخلصانہ کوشش کی بناء پر احیاء المعارف کی کتابیں عمدہ تصحیح و تعلیق کے ساتھ پہلی مرتبہ مصر سے چھپ سکیں پھر اس کی طباعت حیدرآباد میں ہونے لگی۔

اس علمی مجلس کے اہم اراکین میں قابل ذکر ڈاکٹر حمید اللہ اور پروفیسر مولانا محمد عبد الستار خاں صاحب سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ ہیں۔

مجلس احیاء المعارف کی جانب سے اب تک سترہ کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔

مولانا ممدوح کے تبحر علمی کی وجہ سے ہندوستان اور عالم اسلام میں آپ کو بہت ہی عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔آپ کی عربی زبان وادب اور علوم اسلامیہ کی خدمات کے اعتراف کرتے ہوئے ۱۹۷۱ء میں صدر جمہوریہ ہند نے ملک کا اعلیٰ اعزاز عطا کیا۔آپ انجمن طلباء قدیم جامعہ نظامیہ کے صدر کے عہدہ پر طویل المدت فائزرہ کر نظامیہ کی علمی خدمت کی اور اس کے مالیہ کو مستحکم کرنے کے لئے کافی رقم اکٹھا کی۔ جامعہ نظامیہ کی فلاح وبہود آپ کا نصب العین تھا۔ جامعہ کے عہدیدار، اساتذہ طلباء سب آپ سے اپنے مسائل کو رجوع کرتے تھے اور آپ کی قدآور شخصیت سے سب مرعوب تھے۔ جامعہ سے حددرجہ تعلق کے باوجود اس کی صدارت کبھی قبول نہیں فرمائی۔آپ ایک تناور درخت کی مانند تھے جس کے گہرے سایوں میں سب کی راحت کا سامان مہیا تھا۔ مولانا ممدوح بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے۔ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر آپ بنفس نفیس بازار جاکر دو فربہ دنبے خریدتے اور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے تھے ایک دنبہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ذبح کرتے تھے اور ذبح کے بعد اپنے دونوں ہاتھ اٹھاکر فرماتے تھے کہ اے اللہ یہ قربانی اپنے پیارے حبیب اور رسول اور ہمارے سردار و شفیع حضور اکرم ﷺ کی طرف سے قبول فرما۔ دعا کے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی تھی اور پھر ایک دنبہ اپنی طرف سے ذبح کرتے تھے۔ قربانی کا گوشت غرباء اور مساکین میں تقسیم فرماتے اور ایک حصہ سے دعوت کا اہتمام کرتے تھے جس میں اصدقاء اور احباء کے علاوہ جامعہ نظامیہ کے طلباء مدعو رہتے تھے۔ طلباء سے ضیافت کے دوران فرماتے تھے کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی قوم ہو اور ان کے مہمان ہو۔

آپ کو نبی کریم ﷺ سے حددرجہ محبت تھی جب کبھی کوئی شخص آپ کے

سامنے حضور پر نور کا ذکر خیر چھیڑ دیتا تو آپ رقت قلبی اور غلبہ محبت کی وجہ سے زار وقطار روتے تھے پھر آپ کے فضائل حمیدہ اور خصائص کبریٰ بیان فرماتے تھے۔ میلاد النبی ﷺ بہت ہی تزک واحتشام سے مناتے تھے۔ اس مبارک موقعہ پر طلباء اصد قاء و علماء کی لذیذ کھانوں اور حلویات سے ضیافت ہوتی تھی۔ آپ زیادہ دولت مند نہیں تھے۔ آپ کا ذریعۂ معاش جامعہ نظامیہ کی تدریسی خدمت تھی اس کے باوجود آپ کا دستر خوان بہت وسیع تھا گویا کہ آپ کی ذات اس آیت کی مظہر تھی "جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ایسے ذریعہ سے رزق دیا جاتا ہے جس کا اس کو گمان تک نہیں ہوتا"۔ آپ کی سکونت مجلس احیاء المعارف النعمانیہ سے متصل تھی یہیں آپ کے کھانے کا انتظام کیا جاتا تھا ان دونوں بزرگوں میں مثالی اخوت و مودت تھی مولانا مفتی مخدوم بیگ مولانا ابو الوفاء سے عمر میں دو سال چھوٹے تھے اور احیاء المعارف کے جملہ علمی کاموں میں آپ کے دست راست تھے حتی کہ خاندانی امور میں بھی آپ سے مشاورت ہوتی تھی۔

۱۳۷۲ھ میں جب مولانا مفتی مخدوم بیگ صاحب کا وصال ہوا تو آپ کے خاندان کی کفالت مولانا ابو الوفاء نے اپنے ذمہ لے لی اور تینوں بچوں کی تعلیم و تربیت پر خوب توجہ فرمائی اور ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا، حسن ادب سکھلایا اور ان کو مثقف اور مہذب بنایا وہ سب کے سب ممتاز عالم دین بن گئے۔ مرحوم مفتی مخدوم بیگ صاحب کے تین صاحبزادوں میں سب سے بڑے مولانا ابو بکر محمد ہاشمی ہیں جو دائرۃ المعارف خدمات انجام دے رہے ہیں (اس وقت وہ صدر مصحح کے عہدہ پر فائز ہیں)۔ مولانا موصوف بحیثیت استاذ حدیث جامعہ امام محمد میں تین سال تک خدمت انجام دیئے۔ دوسرے صاحبزادے مولانا مفتی ابراہیم ہاشمی خلیل ہیں جو جامعہ نظامیہ میں مفتی کے عہدہ پر فائز رہے اور اب شیخ الفقہ ہیں، وہ ایک جید عالم دین ہیں جو بہت ہی جانفشانی کے ساتھ

اپنے تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں آپ ایک اچھے مقرر بھی ہیں۔آپ کا اسلوب بیان بہت ہی جاذب اور دلکش ہے۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے مولوی عمر ہاشمی فاروق ہیں جو حیثیت مصحح دائرۃ المعارف میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ موصوف ایک صالح اور ذہین و فطین نوجوان ہونے کے ساتھ ساتھ بلند اخلاق سے متصف ہیں یہ تینوں صاحبزادے مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ کے لخت جگر اور ان کی تعلیم و تربیت کا ثمرہ ہیں۔ مولانا شیخ ابو بکر محمد ہاشمی مولانا ابوالوفا رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی صدارت سنبھالے ہوئے ہیں۔

مولانا ممدوح رحمہ اللہ نے اپنے بے پناہ علمی مشاغل کے سبب نکاح کا ارادہ نہ فرمایا اور پوری زندگی تجرد و تنہائی میں گزار دی وہ اپنے تلامذہ کو اپنی اولاد سمجھتے تھے اور ان پر پدرانہ شفقت فرماتے تھے آپ طبیعت کے بڑے نازک اور ہمیشہ خوش پوشاک رہتے تھے۔ آپ کا لباس بہت ہی ڈھیلا ڈھالا مگر نہایت ہی عمدہ ہوا کرتا تھا۔ آپ عطریات کے بہت شیدا تھے اور ہمیشہ اپنے کپڑوں کو قیمتی عطریات سے معطر رکھتے تھے۔ عموماً جبہ زیب تن فرماتے اور سر پر عمامہ باندھتے تھے۔ سفر و حضر میں خوبصورت عصا اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ غذائی معمولات میں روزانہ روٹی تناول فرماتے البتہ تقاریب میں چاول بھی تناول فرمایا کرتے تھے۔ سبز چائے آپ کو بہت پسند تھی اور اپنے مہمانوں کی اسی سبز چائے سے ضیافت فرماتے تھے۔ سال میں دو یا تین مرتبہ تفریحاً شہر سے باہر تشریف لے جاتے تھے اور اسی طرح پابندی کے ساتھ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ اور بغرض ایصال ثواب ان کے لئے ختم قرآن کا اہتمام کرتے اور ان کی طرف سے صدقہ و خیرات بھی دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمہ اللہ اور شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ کے مزارات پر پابندی حاضری دیا کرتے تھے۔ وقتاً فوقتاً

قصیدہ بردہ شریف کی محفل بھی سجایا کرتے تھے اور خود اس محفل میں شریک ہو کر قصیدہ بردہ کے اشعار پڑھا کرتے تھے اور حضور سے گہری وار فتگی کی بناء آپ کے ذکر مبارک کے وقت آنکھوں سے آنسو چھلک جاتے تھے۔ اس مبارک محفل میں علماء، صلحاء اور طلباء شریک ہوا کرتے تھے اور محفل کے اختتام پر حالت قیام بصد احترام بارگاہ خیر الانام اپنا نذرانۂ عقیدت بھیجنے کی سعادت حاصل کرتے بوقت صلوۃ و سلام محفل پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ بلا شبہ سچے عاشق رسول تھے۔

و للناس فیما یعشقون مذاهب ۔ وللعلماء فیما یعملون دلائل

ترجمہ : عاشقوں کے عشق میں مذاہب ہیں اور علماء کے عمل میں دلائل ہیں۔

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کو علمی کتب خریدنے اور جمع کرنے کا بہت شوق تھا ان کی اپنی ذاتی لائبریری تھی جو ان کی علمی میراث ہے۔ آپ ایک جید فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فصیح و بلیغ واعظ اور مقرر بھی تھے۔ آپ کا انداز خطابت بالکل منفرد تھا۔ آپ کے مواعظ میں ہزاروں لوگ شریک ہوا کرتے تھے بیک وقت آپ کو اردو، عربی، فارسی اور پشتو زبانوں میں مہارت حاصل تھی۔ اور ان تمام زبانوں میں وہ بآسانی گفتگو کر سکتے تھے۔ اپنے مواعظ میں بار بار عربی و فارسی اشعار و امثال سے استشہاد کرتے تھے باطل فرقوں اور قادیانیوں سے مناظرہ کرتے تھے۔ آپ بدعتی اور نفس پرست صوفیا کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور کسی سے خلاف شرع کام صادر ہوتا تو اس کی کھلی مذمت کرتے اور ببانگ دھل کسی کی رعایت کئے بغیر مذمت فرماتے۔ خام و جھوٹے صوفیا کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ : ھؤلاء ذئاب فی ثیاب یہ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بھیڑیے ہیں۔

شریعت کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ آپ امامت پر اجرت لینے کو ناجائز

سمجھتے تھے اس لئے تنخواہ یاب ائمہ کے پیچھے نماز ادا نہ کرتے تھے۔ کھانے پینے میں حلال وحرام کی تمیز کا سختی سے لحاظ رکھتے تھے اس لئے دعوتوں ولیموں سے اکثر پرہیز کیا کرتے تھے۔ اور صرف ایسے شخص کی دعوت قبول کرتے جو حلال روزی کماتا ہو۔

مولانا ممدوح رحمہ اللہ جامع کمالات تھے کتاب وسنت پر سختی سے عمل پیرا تھے اور امام اعظم کے مذہب اور اس کے فروغ کے راسخ مقلد تھے اور حسن تو یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے فقہ حنفی میں امام مانے جاتے تھے۔ اسی لئے اہل علم ان کو "ابو حنیفہ ثانی" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ حضرت ممدوح ۱۳ / رجب المرجب ۱۳۹۵ھ کی صبح اس دار فانی سے کوچ فرماکر واصل بحق ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ جامعہ نظامیہ کے وسیع و عریض میدان میں ادا کی گئی جس میں علماء مشائخین، عمائدین اور ہزاروں مسلمان شریک تھے۔ آپ کی تدفین نقشبندی چمن میں حضرت محدث دکن سید عبد اللہ شاہ قدس سرہ کے مقبرہ کے قریب عمل میں آئی۔ بعض اصحاب فکر و قلم نے آپ کی رحلت پر یہ فارسی تاریخ نکالی:

فخر دیں و فخر ملت بوالوفا	آں ذاتش منبع فیضان بود
واصل حق شد بدیں مصطفیٰ	بحر عرفان ثانی نعمان بود

ترجمہ: ابو الوفا فخر دین وفخر ملت ہیں آپ کی ذات والا منبع فیضان تھی۔
رآپ دین مصطفیٰ پر رہتے ہوئے واصل حق ہوئے جو بحر عرفان تھے اور ثانی ابو حنیفہ تھے۔

مولانا ممدوح کی سوانح حیات حضرت امام محمد کی "کتاب الآثار" کے دوسرے حصہ کے آخری صفحہ ۳۲۶ پر پیش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ علامہ محمد یوسف بنوری نے ماہنامہ علمی مجلہ "بینات" برائے شعبان ۱۳۹۵ھ میں مولانا کا مختصر سا تعارف کرایا ہے اور اسی طرح ابو الخیر اکیڈمی نے فیصلہ پنج مسئلہ میں صفحہ ۶ - ۹ میں آپ

کی سوانح حیات پیش کی ہے۔ نیز علامہ عبدالفتاح ابو غدہ نے اپنی مشہور کتاب "العلماء العزاب الذین آثروا العلم علی الزواج" ص ۱۲۳۔ ۱۲۶ مطبوعہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء شائع کردہ مکتب کتب اسلامیہ حلب میں آپ کا تفصیلی تعارف کروایا ہے۔

اس مقالے کی ترتیب میں میں نے مذکورہ بالا مراجع اور مولانا کے شاگرد خاص مولانا ابو بکر ہاشمی اور میری راست شخصی معلومات سے استفادہ کیا ہے میں اس موقع پر۔ عبدالفتاح ابو غدہ کی مذکورہ کتاب سے اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے مولانا ممدوح کے علمی کارناموں کا ذکر کیا ہے۔

" تعلیم سے فوری فراغت کے بعد مدرسۂ نظامیہ میں تدریس سے وابستہ ہوئے اور اپنے شیوخ کی ملازمت اختیار کرتے ہوئے عربی ادب اور فقہ اور حدیث شریف کا درس دیا اور کئی سال تک طلباء کے وفود آپ کے علمی فیضان سے مستفیض ہوئے پھر تدریس کو خیرآباد کہہ کر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی بنیاد ڈالی تاکہ ہمارے سلف و صالحین کی نادر کتابیں شائع کریں۔ چنانچہ اس مجلس کو دوسری اور تیسری صدی ہجری کے علماء کی تصانیف شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ وہ خود اس مجلس کے صدر تھے بلکہ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے جنہوں نے اپنے وقت مال اور علم کے ذریعہ اپنے مفوضہ فرائض حسن خوبی انجام دیئے تاکہ وہ عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز فرمایا اور اثناء سفر حجاز اکابر سے افادہ اور استفادہ کیا آپ کے علمی کارناموں کی وجہ سے اہل علم میں آپ کی شہرت ہو چکی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ کو ہر طرف سے علمی تعاون حاصل تھا۔ جب کبھی کسی کو نادر مخطوطات کے بارے میں لکھتے تو وہ فوری مولانا کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کا مکتبہ فقہ حنفی، حدیث شریف، فن رجال اور دوسرے علوم اسلامیہ پر مشتمل کتب

سے معمور ہو گیا۔

دآپ نے تحقیق و تالیف کے بعد نادر کتابیں شائع فرمائیں جس سے قابل ذکر امام ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ھ کی کتاب ”کتاب الآثار“، اور امام ابو یوسف ہی کی ایک اور کتاب ”الرد علی سیر الاوزاعی“ اور امام محمد بن حسن الشیبانی المتوفی ۱۸۷ ہجری کی کتاب ”کتاب الاصل“ اور امام ابو یوسف کی اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ اور کتاب ”الجامع الکبیر“ اور امام محمد بن حسن الشیبانی کی ”کتاب الآثار“ کی شرح ”مختصر الطحاوی فی فقہ الحنفیہ“، امام بخاری کی تاریخ کبیر کی تیسری جلد اور علامہ جصاص کی ”کتاب النفقات“ اور شرح الزیادات اور حافظ دھنی کی کتاب ”مناقب الایمان“، ابی حنیفہ و صاحبیہ ابی یوسف و محمد اس کے علاوہ آپ نے حسب ذیل کتابوں کو اپنی نگرانی میں شائع کروایا: محمد بن حسن الشیبانی کی کتاب ”کتاب الحجۃ علی اھل المدینہ“ جس کی تحقیق و تعلیق محدث و فقیہ مفتی مھدی حسن نے کی۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام محدث قاضی ابو عبد اللہ الصمری المتوفی ۴۳۶ھ کی کتاب ”اخبار ابی حنیفہ واصحابہ“ حافظ محدث محمد بن یوسف الصالحی الشامی الشافعی المتوفی ۹۴۲ ہجری کی کتاب ”عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان“۔ اس کے علاوہ دیگر نادر کتابیں بھی شائع کروایا تصانیف کی نشرواشاعت کے ذریعہ اپنی راحت و سکون کا سامان مہیا کر لیا اور زندگی بھر مجرد رہتے ہوئے رجوع الی اللہ رہے۔ آپ زاہد، متقی، قائم اللیل اور سنن نبویہ ﷺ کے کامل محافظ تھے۔ آپ مستحبات کے چھوڑنے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ کے اوقات مطالعہ وافادۂ عامہ، تحقیق و تعلیق، علماء واساتذہ کی تربیت پر صرف ہوتے تھے۔ ہمیشہ حق بات کہتے تھے اور شریعت کے معاملے میں کسی کی ملامت کا خوف نہیں کرتے تھے۔

آپ کے چہرے سے بزرگی کے آثار چمکتے تھے میں نے حیدرآباد میں آپ کے

دولت خانے پر حاضر ہو کر شرف ملاقات حاصل کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا رہن سہن بالکل سادہ اور تسہیلات عصریہ سے خالی تھا لیکن مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں سے معمور آپ ضعف جسمانی کے باعث ایک رسی کے بنے ہوئے پلنگ پر آرام فرماتے ہیں۔ آپ کا کھانا بھی بالکل سیدھا سادہ اور آپ کی راتیں مناجات میں گذرتیں اور آپ کی ساری زندگی زہد و تقویٰ کا پیکر ہے کسی قسم کی حرص نہ ہی کسی عورت کی طلب اور نہ اولاد کی خواہش ہے اگر فکر ہے تو ایک ہی ہے کہ علم میں کس طرح اضافہ ہو اور کتابوں کی نشر و اشاعت کیسے ہو۔ انہیں حالات میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ایسی ہی عالم باعمل کی وفات پر کسی نے کیا خوب کہا:

موت التقی حیاۃ لا انقطاع لها

قدمات قوم وهم فی الناس احیاء

عالم کی موت ایسی زندگی ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتی

قوم تو مر چکی لیکن وہ لوگوں کے درمیان زندہ ہیں

ہمیں است تربت آں مرد عارف — کہ کار خیر بے روی وریا کرد

بفیض عشق سلطان دو عالم — کمال دین و دولت بوالوفا کرد

ترجمہ: یہی اس مرد عارف کی قبر ہے کہ جس نے کار خیر بغیر کسی ریا و نمود کے کیا سلطان دو عالم ﷺ کے فیض عشق سے ابوالوفا نے کمال دین و دولت حاصل کیا۔

فجزاه الله عنی وجمیع المسلمین

■ ■ ■ ■

ایک شمع — سو وہ بھی اب خموش ہے

از : حضرت ابوالخیرات سید انوار اللہ شاہ نقشبندی مجددی
جانشین حضرت ابوالحسناتؒ وابوالبرکاتؒ

دکن کے علمی صوفی اور سادات خانوادے میں ولادت ہوئی۔ برصغیر کی عظیم دانش گاہ عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم۔اے کی تکمیل کی، عصری علوم کے ساتھ دینی و عرفانی تعلیمات پر بھی آپ کی گہری نظر ہے۔ ادبی میدان میں ماہنامہ "ضیاء الخلیل" جاری فرمایا۔ اپنے جد امجد محدث دکن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندیؒ اور والد گرامی حضرت سید خلیل اللہ شاہ نقشبندیؒ کے جانشین ہیں۔ "حضرت ابوالحسنات ایجوکیشنل سوسائٹی" کے ذریعہ عصری اسلوب میں اسلاف کا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

زندگی میں نہ جانے یہ مشہور و معروف شعر کتنی بار پڑھا سنا اور کہا گیا ہوگا۔ مستحق غیر مستحق، موزوں غیر موزوں، صحیح غیر صحیح، حق و ناحق، معقول نامعقول، موقع بے موقع، بیسیوں بار ٹیپ کے بند کے طور پر اتنا مستعمل ہے کہ اس کی حیثیت اب ایک گھسے پٹے کی سی ہو کر رہ گئی ہے، اور ذوق لطیف پر ایک بار گراں بن کر رہ گیا ہے۔ بس کسی سے ذری سی بھی وابستگی پیدا ہو گئی اور پروپگنڈہ مقصود ہوا تو فوراً اس کے سر مذکورہ شعر منڈھ دیا اور مطمئن ہوگئے کہ لو اس کی عظمت کے پھریرے بام رفعت پر لہرا چکے۔ اگر کسی باذوق انصاف پسند طبیعت پر یہ بار گذرے اور یہ سارا چکر زاغ کی چونچ میں انگور دکھائی دے تو دے، ہم تو اپنی ہی کر گذرے انصاف کا

خون ہوتا ہے تو ہو، ہمیں اس سے کیا سروکار، ہم نے تو اپنی زبان کا بہترین و جامع نذرانہ عقیدت جو دستیاب ہو سکتا تھا اس کو اپنے ہیرو کے لئے فراہم کر دیا۔ اگر کسی کی حق تلفی ہوتی ہے تو ہم کیا کریں زمانہ میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے، گروہ بندہ کا تقاضا اگر ہم پورا نہ کریں تو بڑی مشکل ہے زیب داستان کے لئے آخر کچھ تو چاہئے۔ جی! آپ کیا کہتے ہیں ہم خود قائل ہیں، دیدہ ور تو کجا صاحب موصوف نہ صرف کور زق بلکہ کور عقل بھی تھے۔ ایک بے صفت کو باصفت بنانے کے لئے اگر ایک شعر کا خون ناحق ہو گیا تو آخر کون سی قیامت آگئی۔

اسی لئے تو ہم کہتے ہیں زمانہ کافی ترقی کر چکا ہے علم کی ضیاء پاشی نے جہل کی تاریکی کو پرے ڈھکیل دیا ہے ہر کام نہایت قرینہ اور مقررہ طریقہ پر انجام پا رہا ہے ہر چیز کے لئے مقتدر ہستیوں نے لائسنس، کوٹہ، پرمٹ سسٹم نافذ کر دیا ہے۔ چار چھ پیسے کی چیز پر بھی کنٹرول ہے مارکیٹنگ کا باقاعدہ محکمہ قائم ہے اور کنٹرول نہیں ہے تو بس ادب پر ہی نہیں ہے۔ جتنی بے ادبی کا اس میں چلن ہے اس کی مثال شائد و بائید، کہیں اور ملے گی۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ اس شئے گرانمایہ پر بھی کنٹرول کیا جائے اور اس کے استحصال پر مکمل روک لگا دی جائے کہ آبگینہ ادب کسی نازنین، طبع نازک سے زیادہ حساس ہوتا ہے ذری سی بے راہ روی یا بے اعتدالی اس کو پارہ پارہ کر دیتی ہے۔ اس مادی دور کے آہنی ہتوڑے نہ جانیں اس کے ساتھ کیا کیا ستم ظریفیاں روا رکھیں اور دیکھئے رخش ستم کہاں تھمے اور تاب ستم کب تک رہے۔

ذہن میں متذکرہ خوبصورت شعر رہ رہ کر ابھر رہا ہے کہ اس موقع کے لئے کافی موزوں ہے مگر اس کا جو حشر زمانہ کے ہاتھوں ہوا، اس کو دیکھ کر ہمت نہیں ہوتی کہ حضرتِ صاحبِ تذکرہ نہایت نفاست پسند، باذوق شخصیت کے حامل

تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کے بدترین مخالف (اگر کوئی ہے) سے بھی رائے لی جائے تو وہ یہ کہنے پر مجبور پایا جائے گا کہ اس شعر کا آپ کو نذر کرنا حق بحقدار رسید کا کامل مصداق ہے۔

اوسط قد نحیف و ناتواں بدن جو کبھی جوانی میں چھریرا رہا ہوگا، گورا رنگ، پتلا چہرہ ستوان ناک روشن و مناسب آنکھیں اور اس پر کسی قدر گہری اور چھوٹی ابروئیں کشادہ پیشانی، نسبتاً چھوٹا سر مگر اس میں نہایت ہی اعلیٰ و ارفع دماغ اور اس کو بروئے کار لانے کی غیر معمولی صلاحیت، سر کے بال ترشے ہوئے گھنی ملائیم داڑھی۔ دراز گردن، لانبے ہاتھ اور ہاتھوں کی انگلیاں پتلی اور لانبی، سیدھے ہاتھ کی انگشت شہادت کے سرے کے بازو والے حصہ پر درمیانی انگلی کی جانب ایک سرخ مسہ جس کے دیکھنے سے رنگ کا شبہ ہوتا تھا۔ اکثر عطر انگلیوں کی پوروں پر مل لیا کرتے تھے جس سے ایک عرصہ تک یہ گمان ہوتا رہا کہ شاید عطر حنا کا اثر ہے سفید لانبا کرتہ اور اونچی شلوار سر پر گول ٹوپی گھر سے باہر تشریف لے چلئے خواہ وہ محلہ کی مسجد ہی کیوں نہ ہو عمامہ سر پر ضرور ہوتا وہی افغانی سفید عمامہ اور اس کے بیچ میں نمایاں افغانوں کی بانکی رنگین ٹوپی اور کبھی کبھی اس کی جگہ کلاہ بڑی بانکی بہار دکھلاتی نہ جانے کتنے جبے تھے کہ موقع و موسم کے لحاظ سے بدلتے رہتے۔ پیر میں طرحدار افغانی جوتی۔ ہاتھ میں عصا سبک روی ایسی کہ چونٹی کو بھی گزند نہ پہنچے اور یہی سبک روی جب دین میں کوئی رخنہ ڈالنے والی بات سامنے آتی تو گھن گرج میں تبدیل ہو کر اچھوں اچھوں کی بنی بنائی ہوا بگاڑ دیتی۔

حضرت محدث دکن قدس اللہ سرہ العزیز کی حین حیات میں ۲۸/ ماہ رمضان المبارک کو قرآن مجید کا تراویح میں ختم ہوتا تھا اور کبھی ۲۹/ ماہ مذکور کو

رویت نہ ہوتی تو صاحب زیر تذکرہ حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب افغانی نوراللہ مرقدہ تراویح پڑھانے بالالتزام تشریف لاتے اسی موقع پر مولانا سے روشناسی ہوئی اور حضرت محدث دکنؒ کے پردہ فرمانے کے بعد چند مسائل میں قربت نصیب ہوئی جیسے جیسے دن گذرتے گئے دل کے ساتھ دماغ بھی متاثر ہوتا چلا گیا اور آپ کا علمی تبحر، طرز استدلال اور اس عمر میں بھی غیر معمولی حافظہ گرہ عقیدت میں جکڑ تا ہی چلا گیا۔

قندہار کے معزز علمی و مذہبی گھرانہ میں پیدائش سے نقشبندی چمن میں استراحت تک آپ کی زندگی علمی کدوکاوش و مذہبی سرگرمیوں کی ایسی داستان ہے جس پر مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے بطور 'مشتے از نمونہ دارد' اجمال درج ہے۔

حضرت مولانا سید محمود ابوالوفاء الافغانی کوئی بارہ برس کی عمر شریف میں تحصیل علم کے لئے والد محترم کا سایہ سر سے گذرنے کے بعد پنجاب تشریف لائے وہاں کچھ عرصہ ابتدائی تحصیل علم کے بعد وطن کو لوٹ گئے مگر جلد ہی علم کی پیاس نے ہندوستان کی طرف دوبارہ کھینچ لیا چونکہ نواب رامپور پٹھان نسل تھے اس لئے کئی پٹھان وہاں جمع تھے اسی لئے پہلے آپ وہاں تشریف لے گئے تاکہ اجنبیت کا زیادہ احساس نہ رہے مگر جن کے قلب و نظر میں وسعت پیدا ہوئی ہو وہ تنگ دائروں میں کہاں محدود رہتے ہیں رامپور میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ جنوبی ہند کی طرف رخ فرما ہوئے بقول مولوی سید یوسف الدین صاحب مغربی (تعمیر حیات مورخہ ۲۵/ اپریل ۱۹۷۵ء) اورنگ آباد میں ۷ سال قیام فرما رہے۔ حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے مشہور زمانہ مدرسہ نظامیہ میں داخلہ سے قبل آپ نے جنوبی ہند کی دیگر

درس گاہوں میں بھی تعلیم حاصل کی تھی مگر مدرسہ نظامیہ میں از سر نو تعلیم حاصل کی اور بعد فراغت وہیں تدریس پر معمور ہوئے۔

ذاتی صلاحیت و وسعت نظر تو وسیع آسمانوں کی متلاشی تھی چنانچہ ۱۳۲۸ھ میں حضرت محترم کی کاوشوں اور دیگر دس علمائے کرام کے تعاون نے ایک علمی ادارہ لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ کی شکل اختیار کرلی۔ جس نے ایک حد تک متاخرین علمائے احناف کی جنایات کا کفارہ ادا کیا۔ متاخرین نے امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد اور دوسرے سابقین ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالی اجمعین کی تصانیف کو چھوڑ کر علمائے متاخرین خصوصاً علمائے ماوراء النہر کی کتب کو زیادہ اہمیت دی تھی جس کی وجہ سے احناف کی امہات کتب، ایشیاء و یورپ کے کتب خانوں کی زینت بن کر رہ گئے تھے۔ زیادہ سے زیادہ علمائے متاخرین کی تصانیف میں ان کے حوالے پڑھنے کو ملتے تھے۔ مگر اصل نسخے نادر و نایاب ہو چکے تھے۔ مجلس (احیاء المعارف) کے ایک اشتہار کے مطالعہ سے اس کے مقاصد ایک حد تک سامنے آتے ہیں۔ یہ اشتہار مولوی محمد اکبر علی صاحب معتمد مجلس کی طرف سے ۱۳۴۹ھ میں شائع ہوا تھا، اور مجلس اس سے ایک سال قبل ہی کام کرنا شروع کر چکی تھی۔ وہ اشتہار درج ذیل ہے

"عامہ اہل اسلام کو عموماً اور علمائے احناف کو خصوصاً خوشخبری دی جاتی ہے کہ حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کی تصانیف مہمہ جو اب تک طبع نہیں ہوئیں اور بالکل نایاب ہیں، ان کی طباعت و اشاعت کی غرض سے مجلس احیاء المعارف نعمانیہ قائم کی گئی ہے۔ جو چند باخیر علماء اور باخیر اصحاب کی ہمتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے۔ للہ الحمد کہ سب سے پہلے جس

کتاب کی اشاعت کی سعادت مجلس ہذا کے حصہ میں آئی وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف کتاب العالم والمتعلم ہے اس کے بعد انشاء اللہ کتاب النفقات للخصاف کی شرح لصدر الشہید شائع ہو گی۔ نیز کتاب ادب القاضی للخصاف کی شرح لصدر الشہید، جامع الکبیر للامام محمد اور مبسوط للامام محمد بہ روایت ابو سلیمان جوزجانیؒ کی طباعت بھی پیش نظر ہے۔ امید کہ اہل علم اور ارباب کرم مجلس ہذا کی اعانت فرمائیں گے کتاب العالم والمتعلم مقامات مندرجہ ذیل سے طلب کی جاسکتی ہے۔

(الف) دفتر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ (شفاخانہ محمودیہ) جلال کوچہ حیدر آباد۔

(ب) جناب مولوی ابوالوفاء صاحب رکن مجلس احیاء المعارف النعمانیہ مدرسہ نظامیہ حیدر آباد۔

(ج) محمد اکبر علی معتمد مجلس احیاء المعارف النعمانیہ بازار گھانسی حیدر آباد۔

اب مجلس کی مطبوعات کا مختصر ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ کتاب العالم والمتعلم۔ اس کتاب کو ابو مقاتل نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے سوال وجواب کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے جو عقائد و نصائح پر مشتمل ہے۔ شاید اس کے مصحح و محشی مولانا افغانی ہی ہوں، نیز مجلس نے جب اس کی اشاعت کا ارادہ کیا تو صرف ایک نسخہ رامپور کے شاہی کتب خانہ میں دستیاب ہوا جس میں بے حد اغلاط تھے اس نسخہ کو اصل قرار دیکر حاشیہ میں ایک حد تک تصحیح کی گئی۔ چھپنے پر ایک اور نسخہ مل گیا جس کی بناء پر دوسری اشاعت میں اس سے استفادہ کا وعدہ کیا گیا۔ کل صفحات ۳۱ تھے۔ حیدر آباد ہی میں شائع کی گئی اس طرح مجلس کے کام کی ابتداء کی گئی۔

۲۔ شرح کتاب النفقات۔ یہ امام ابو محمد حسام الدین عمر بن عبد العزیز بخاریؒ

المعروف بہ اسعد الشہید کی تصنیف ہے جو دراصل امام ابوبکر احمد بن عمرو بن مہیر الخصاف الشیبانیؒ کی کتاب النفقات کی شرح ہے۔ کتاب خانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں اس کے دو قلمی نسخے تھے دونوں کا مقابلہ کروا کر ایک کی نقل منگوائی گئی مگر پھر بھی یہ اغلاط سے پر تھا، النفقات کی عبارت میں جگہ جگہ محیط برہانی کے حوالے موجود ہیں اس لئے اس کی تصحیح میں محیط سے بڑی مدد ملی۔ اس کی تصحیح مولانا افغانی اور مولانا رحیم الدین و مولانا حبیب عبداللہ بن احمد بن مدحج علوی حضرمی ارکان مجلس نے کی۔

اس کے کل صفحات (۵۶) ہیں اور یہ حیدر آباد ہی میں چھپی۔

۳۔ کتاب الآثار للامام القاضی ابی یوسفؒ۔ اس کی روایات امام ابو یوسفؒ کے صاحبزادہ ابو محمد یوسف بن یعقوب نے کی ہے اس کو مسندِ ابو یوسف بھی کہتے ہیں۔ یہ دراصل مسند الامام اعظمؒ ہے۔ اس میں امام ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہے اور بعض مقامات میں اپنی خود کی روایت و آراء کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی نسخہ دار الکتب المصریہ میں مل سکا جو کہ نہایت ناقص تھا تقدیم و تاخیر کے علاوہ درمیان کے بعض اوراق غائب تھے۔ کتاب النکاح کتاب الایمان کتاب السر و دکتاب الشہادت ناقص تھے۔ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے کتاب الطہارت میں کتاب الصلوۃ کے آثار، کتاب النکاح میں کتاب الطلاق کے آثار اور مختلف ابواب میں بھی آثار کی بڑی بے ترتیبی تھی مولانا نے بڑی محنت سے اس کی تصحیح دیگر کتب حدیث سے کی۔ بڑی کاوش سے رواۃ کا ذکر، حل اللغات، اور فقہی تعلیقات لکھیں۔

یہ مجلس کی پہلی معیاری پیش کش تھی۔

اصل کتاب کے (۲۴۲) صفحات ہیں۔ رواۃ اسماء اور ابواب موضوعات کی فہرستیں (۲۶) صفحات پر ہیں اور کتاب الآثار کے بارے میں (۶) صفحات کا

مقدمہ بھی شامل ہے حاشیہ باریک ٹائپ میں ہے اور آثار پر ترتیب وار نمبرات درج ہیں۔

یہ قاہرہ میں مجلس کے وکیل رضوان محمد رضوان کی نگرانی میں اعلیٰ پیمانہ پر چھپی۔

۴۔ الجامع الکبیر۔ للامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ

امام محمد شجاع ثلجی کے الفاظ میں جامع کبیر جیسی کوئی دوسری کتاب فقہ کے موضوع پر نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک بلند و بالا محل بنایا گیا جیسے جیسے وہ اونچا ہوتا گیا اس کی سیڑھیاں بڑھتی گئیں اور جب مکمل ہو گیا تو اس کی ساری سیڑھیاں گرا دی گئی اور لوگوں سے کہا گیا کہ لو اب چڑھو۔ امام محمد کی اس کتاب کا ایک کامل نسخہ استنبول میں دستیاب ہوا اور ایک ناقص نسخہ دار الکتب المصریہ میں۔ استنبول کے نسخہ کی نقل منگوائی گئی اور مصر والے نسخہ کا فوٹو حاصل کیا گیا اور ہندوستان میں بعد از تلاش بسیار کتب خانہ صاحبزادہ عبد الرحیم (ٹونک) میں بھی ایک مکمل نسخہ ملا۔ جس کو مولانا نے نہایت ہی مختصر مدت میں خود وہاں جاکر نقل کیا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سلیمان ندوی نے کہا تھا کہ صاحب موصوف نے متاخرین کے کارناموں کی یاد تازہ کر دی و نیز شرح الکبیر (العتابی) کی نقل حلب سے شیخ محمد راغب طباخ نے روانہ کی۔ مولانا افغانی نے نہایت محنت سے بعد تصحیح شائع فرمائی۔ یہ کتاب بھی مجلس کے متذکرہ وکیل کی نگرانی میں قاہرہ سے چھپی۔ کل صفحات (۳۷۶) ہیں۔

۵۔ کتاب الرد علی سیر الاوزاعی۔ للامام القاضی ابو یوسفؒ۔ امام محمد کی کتاب لسیر الصغیر کو امام اوزاعی نے دیکھا تو کہا کہ اہل عراق فن سیر و مغازی کیا جانیں صحابہ تو حجاز و شام میں تھے۔ عراق (اسلام کے لئے) نیا شہر ہے۔

چنانچہ امام اوزاعی نے بھی فن سیر میں ایک کتاب لکھی چونکہ سیر و مغازی کا فن امام محمد و امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے سیکھا تھا۔ اس سے ان دونوں حضرات نے اس اعتراض کو امام اعظمؒ پر اعتراض تصور کیا امام محمدؒ نے جواب الجواب کے طور پر 'السیر الکبیر' لکھی جس میں امام اوزاعی کی کتاب 'السیر' کے بعض مقامات کا ضمنا رد لکھا مگر امام ابو یوسفؒ نے کتاب الرد علی سیر الاوزاعی لکھی۔ جو کہ مستقل رد ہے۔ اس کا صرف ایک ہی نسخہ مل سکا مولانا ممدوح نے اس کی تصحیح و تعلیق کی اور عالمانہ حواشی لکھ کر وکیل مذکور کے اہتمام سے مصر میں طبع کروائی۔ اس کے کل (۱۳۵) صفحات ہیں۔

۶۔ اختلاف ابی حنیفہؒ وابن ابی لیلیٰؒ۔ للقاضی الامام ابی یوسف۔ اس کتاب میں امام ابو یوسف نے اپنے دونوں اساتذہ کے اختلاف کو جمع کیا ہے امام صاحب پہلے ابن ابی لیلی سے تعلیم حاصل کرتے تھے بعد میں امام اعظمؒ کے ہاں حاضر ہوئے۔ ان دونوں حضرات کے درمیان جو اختلاف فقہی مسائل میں تھا اس کو اس کتاب میں جمع کیا ہے۔

امام صاحبؒ نے اس کتاب میں احادیث و آثار مرفوعہ و موقوفہ و مسندہ منقطعہ بلاغت کو کثیر تعداد میں جمع کیا ہے۔ جو بڑی اہمیت کی چیز ہے اس کا بھی صرف ایک نسخہ ہندوستان ہی میں مل سکا۔ تعلیق و تصحیح کے بعد مصر سے شائع کیا گیا، کل صفحات (۲۲۶) ہیں و نیز فہرست (۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

۷۔ مناقب الامام ابی حنیفہؒ و صاحبیہ ابی یوسفؒ و محمد بن الحسن۔ امام ذہبی کی تصنیف مناقب میں ہے، صفحات (۶۲) مصر میں چھپی۔

۸۔ مختصر الطحاوی۔ امام ابو جعفر طحاوی کی فقہ پر مختصر مگر جامع تصنیف ہے۔ جو

امام مزنی شافعی کی کتاب مختصر کے طرز پر لکھی گئی۔ مختصر القدوری کی جگہ درس نظامیہ میں شریک کی جانی چاہئے صفحات (۴۷۸) مصر میں چھپی۔

۹۔ اصول السرخسی۔

۱۰۔ النعت للسرخسی۔

۱۱۔ شرح الزیادات للعتابی۔

۱۲۔ کتاب الحجہ علی اہل المدینہ وغیرہ جیسی معرکۃ الآراء کتابیں اس ادارہ نے حضرت مولانا کی رہنمائی میں شائع کیں اگر یہ کہا جائے کہ آپ بذات خود ایک ادارہ تھے تو بجا ہے۔ اس کساد بازاری اور ناقدری کے دور میں ساری عمر ایک گوشہ میں قلم برداشتہ خاموش علم دین کی خدمت کرتے ہوئے آپ نے ہر چیز سے بے نیاز رہ کر ساری عمر گزار دی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(ماخوذ از ماہنامہ ''ضیاء الخلیل'' حیدرآباد۔ مدیر حضرت سید انوار اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری جانشین حضرت ابوالحسنات وابوالبرکات ۔)

مولانا ابوالوفاء افغانی، پیکر علم و عمل

از: مولانا محمد ثناء اللہ عمری صاحب

ایم، اے عثمانیہ یونیورسٹی، فاضل جامعہ دار السلام، عمر آباد (تاملناڈو)

تاملناڈو کی معروف درس گاہ جامعہ دار السلام عمر آباد سے علوم اسلامیہ کی تحصیل کی۔ نیز عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے ایم اے کی سند حاصل کی۔ چند سال مشہور تحقیقی ادارہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد میں تحقیقی کام انجام دیا۔ یہیں پر علامہ ابوالوفاء الافغانیؒ کی بارعب علمی و عملی شخصیت سے آپ کو شرف ملاقات حاصل ہوا۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

یاد ش بخیر! دائرۃ المعارف، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد کے شعبۂ تصحیح کی ملازمت میں میری زندگی کے تقریباً پانچ برس بیت چکے ہیں۔ یہاں دس بارہ علماء برسرروزگار تھے اور اب بھی ہیں۔ ان سے علمی صحبتیں رہا کرتی تھیں، اور کبھی کبھار ان خوش عقیدہ بزرگوں اور رفیقوں سے اس 'وہابی' کی گرماگرم بحثیں ہو جایا کرتی تھیں، اور وہ زمانہ یاد آجاتا ہے تو نہ پوچھئے دل دردمند پر حسرت و یاس کی کیسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ع

ما بہ یاد تو زندہ می مانیم
ورنہ ہجراں نمی کند تقصیر

دائرہ کے رفقاء بلکہ اس کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد عبد المعید خاں مرحوم کی زبان پر ایک نام اکثر و بیشتر بڑے اختصار مگر پورے احترام کے ساتھ آتا رہتا تھا۔

یعنی 'مولانا' ملازمت کے ابتدائی ایام نکل گئے، ہمد طبیعت کھلی، بے تکلفی ہو گئی تو ایک رفیق سے پوچھا بھی! یہ کون مولانا ہیں؟ جواب ملا مولانا ابو الوفاء افغانی۔

میں حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرت سری کا ہمنام عقید تمندان کے ہم کنیت مولانا کی طرف دل کو بڑی کشش ہوئی، جب پورا تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ اس ایک کنیت کے سوا ان دو بزرگوں میں قدر مشترک کچھ زیادہ نہیں، ایک پختہ اہل حدیث اور اہل حدیثیت کے علم بردار تو دوسرے غالی حنفی اور حنفیت کے مبلغ و منادے ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مگر مولانا کی طرف جذب دل کی ایک وجہ جلد ہی نکل آئی وہ یہ کہ یہ راقم حضرت مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کا عقیدت کیش اور مولانا ابو الوفاء حضرت مولانا کے محبّ صادق تصوف کی اصطلاح میں یہ ہمہ داں عالم اور میں، ہیچ مدان دونوں پیر بھائی ع

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ می دارد
برنگ اصحاب صورت رابہ بوارباب معنی را

دائرہ میں میرے ایک رفیق مولانا سلطان محی الدین صاحب تھے۔ اب عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدر شعبہ عربی ہیں۔ یہ مولانا ابو الوفاء کے عقید تمند تھے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ مولانا ابو الکلام آزاد مولانا ابو الوفاء کے درمیان مراسلت جاری تھی، یہ مکاتیب 'صدیق محترم' کے تخاطب سے شروع ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مکتوب الیہ نے بالمشافہ عرض کیا کہ 'مولانا! اس طرح خطاب کر کے آپ مجھے شرمندہ کرتے ہیں، میں کس لائق ہوں'۔ حضرت مولانا

ابوالکلام آزاد نے فرمایا، "نہیں ایسا نہیں ہے میں ہر شخص کو اس طرح مخاطب نہیں کرتا، میں آپ کے مرتبہ ومقام سے بے خبر نہیں ہوں"۔

مولانا ابوالکلام کے یہ سارے مکاتیب مولانا ابوالوفاء کے پاس محفوظ تھے۔ حرز جان بنے ہوئے تھے۔ مولانا کے حین حیات تو یہ چھپے نہیں تھے خدا جانے یہ ادبی اور علمی ذخیرہ اب کس حالت میں ہے۔

طرفین کی یہ دلبستگی مراسلت تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ ۵۶ء میں مولانا آزاد حیدرآباد تشریف لے آئے تو مولانا ابوالوفاء کی ان سے ملاقات رہی، ان کے باہمی تعلقات تو ایسے تھے کہ مولانا ابوالکلام، مولانا ابوالوفاء کے گھر جاتے، مگر یہ قدوم میمنت لزوم اس لئے نہ ہو سکا کہ مولانا کا مکان ایک تنگ گلی میں تھا اور مرکزی وزیر تعلیم وہاں نہیں جاسکتے تھے۔ سرکاری پابندیاں محبت و یگانگت کے رشتوں میں کیسے حائل ہوتی رہتی ہیں ع

ہرچہ ہست از قامت ناساز و بے اندام ماست

ورنہ تشریف تو بر بالائے کس دشوار نیست

خیر یہ تمام باتیں مولانا ابوالوفاء سے متعلق سننے میں آتی رہتی تھیں، مگر ملاقات یا دیدار کا موقع نہیں ملا، رفقاء میں بہتیرے ایسے تھے کہ جن کے مولانا سے خصوصی مراسم تھے۔ ادھر ملاقات کی خواہش کا اظہار ہوتا اور ادھر اس کا انتظام ہو جاتا، بس کہنے کی دیر تھی مگر کہتا تب تو اپنے اکل کھرے پن کو کیا کروں؟ بقول غالب ع

پر طبیعت ادھر نہیں آتی

کئی برس بیت گئے مگر اس کا موقع نہیں ملا۔ مگر دائرۃ المعارف ایک ایسا

مرکز ثقل ہے کہ بڑے بڑے لوگ وہاں کھنچے چلے آتے ہیں۔ علماء بھی، امرا بھی، سفرا بھی، وزرا بھی، بلکہ صدر ہند بھی اور نائب صدر بھی، تاریخ تو ذہن میں نہیں رہی، البتہ اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار مرکزی وزیر تعلیم محمد علی کریم چھاگلا تشریف لے آئے، اس موقع پر مدعوین کا جو مختصر مگر منتخب مجمع دائرہ میں رونق افروز ہوا ان میں ایک ہستی ایسی تھی کہ سب کی نظریں اس کی طرف خواہ مخواہ اٹھتیں اور پھر اسی پر مرکوز ہو کر رہ جاتیں ع

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

سیدھا اور اونچا قد، چھریرا بدن، گلابی رنگت، ناک نقشہ بالکل درست، جسم پر ڈھیلی عبا، سر پر عمامہ، بھرے رخسار اور ان پر گھنی اور سفید پوری شرعی ڈاڑھی، ہاتھ میں عصا، پیری کا سہارا اور شوکت کی علامت، چمکیلی آنکھیں، نورانی چہرہ، انتہائی جامہ زیب تیز چال، لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے اس حال میں تشریف لے آئے جہاں شری چھاگلا کرسی نشین تھے۔ دائرہ کے ڈائرکٹر جناب عبد المعید خاں مرحوم نے سروقد کھڑے ہو کر وزیر موصوف سے ان نووارد بزرگ کا انگریزی میں تعارف کرایا، مولانا ابو الوفاء افغانی ۔۔۔'

چھاگلا صاحب اپنے عقائد کے لحاظ سے جیسے بھی رہے ہوں، ان کے اخلاق دیکھنے میں یہ آئے کہ قدرے جھک کر بڑے تپاک سے مولانا سے ملے، اور کچھ دیر ٹکٹکی باندھے باتیں کرتے رہے، یہ فارسی شعر یہاں کیا مزہ دے رہا ہے ع

آں دل کہ رم نبودے از خوبرو جواناں
دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

اور ہاں، مولانا کو پہلی بار میں نے اسی وقت دیکھا، دیکھتے ہی مبہوت سا رہ

گیا، ظاہری اعتبار سے ایک خوبصورت قدآور اور بجیلے افغانی، اور باطنی لحاظ سے ایک عالم و فاضل، بلکہ عالم باعمل اور فاضل بے بدل، مجھے اپنے محدود دائرہ ملاقات میں کوئی اور شخصیت بَسطَۃٌ فِی العِلمِ وَالجِسمِ کی ایسی مصداق یاد نہیں پڑتی ع

یار ما ایں وار دو آں نیز ہم

یہ جو کچھ تھا دیدار تھا۔ خیال ہوا کہ مولانا سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کر لینا چاہئے ایک کرم فرماتے۔ جناب عبد الستار خاں صاحب ایم۔اے۔ جامعہ عثمانیہ میں عربی کے لکچرار اور اس سے پہلے دائرۃ المعارف کے صدر مصحح، بعد میں پی۔ایچ۔ڈی اور صدر شعبہ ہو گئے تھے۔اب وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہو گئے ہیں اور امریکہ میں مقیم ہیں۔یہ مولانا کے عقید تمند اور ان کی خدمت میں ہمہ وقتی حاضر باش تھے، میں نے انہی سے عرض کیا کہ مولانا سے ملاقات کروا دیجئے، موصوف نے وعدہ کر لیا، بلکہ یہ کہہ کر میرے سمند شوق پر تازیانہ لگایا کہ ضرور، ضرور فلاں وقت آجائیے، ملاقات بھی ہو جائے گی اور مولانا ابو الکلام کی چینی چائے White Jasmine بھی مل جائے گی جس کے خود مولانا ابو الوفاء عادی ہیں ع

چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار

مولانا کا دولت کدہ پرانے شہر میں شبلی گنج یا شاہ گنج میں تھا۔وقت مقرر پر حاضری دی، ملاقات ہوئی، مصافحہ ہوا، خیریت دریافت ہوئی، بڑی شفقت سے ملے، کہہ آیا ہوں کہ حضرت بڑے غالی حنفی تھے۔ مگر میرے اہل حدیث ہونے کی کڑواہٹ ان کے چہرے پر ذرا بھی نہ کھلی جتنی دیر رہا کوئی اجنبیت محسوس نہ ہونے دی، اس سے زیادہ ان سے ملاقات کی کوئی بات یاد نہیں پڑتی، رہی چینی چائے جس

کے لئے رال ٹپک رہی تھی تو معلوم ہوا کہ پتی ابھی دو دن پہلے ختم ہو گئی ہے۔ گویا وہی خسرو والی بات ہو گئی تھی ع

در مجلس وصالش خمہا کشیدہ مرداں

چوں دور خسرو آمدے در سبو نماندہ

مولانا ایک علمی آدمی تھے، یعنی تصنیف و تالیف کے مرد میدان تھے۔ ایک ادارہ گھر ہی پر قائم کر رکھا تھا۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ جیسا کہ نام سے واضح ہے۔ اس ادارے کا مقصد حنفی مسلک کی کتابیں ایڈٹ کر کے شائع کرنا تھا، ان کے بعض متوسلین سے مراسلت کے ذریعہ دریافت کرنا چاہا مگر ان مہربانوں نے چپ سادھ لی، اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ اس ادارے کے زیر اہتمام کتنی اور کون کون سی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئی ہیں البتہ اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ وہی اس ادارے کے سب کچھ تھے وہ 'اک آدمی' نہیں 'اکاڈمی' تھے ''خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ''۔

وہ اپنی بصیرت کے مطابق پختہ حنفی تھے اس میں شاید کچھ مضائقہ نہ ہو مگر ان کی حنفیت کے ڈانڈے 'خوش عقیدگی' سے ملے ہوئے تھے۔ اسی لئے وہ اہل حدیثوں اور سلفیت کے حامیوں سے صاف نہیں تھے۔ چنانچہ تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی روایت ہے کہ مولانا نے ایک ملاقات کے دوران مولانا سید ابو الحسن علی ندوی سے معترضانہ سوال کیا کہ 'تاریخ دعوت و عزیمت' میں امام ابن تیمیہ کا ذکر کیوں کیا۔

مولانا جس مکتب فکر کے ترجمان تھے اس کے تقاضوں اور خیالوں سے وہ دور نہیں رہ سکتے تھے۔ مگر عجیب بات کہ حضرت مولانا ابو الکلام آزاد، شیخ الاسلام

امام ابن تیمیہ کے اس قدر مداح و معتقد اور مولانا ابو الوفاء مولانا ابو الکلام کے قائل اور عقیدت مند ہوتے ہوئے بھی امام ابن تیمیہ کے ناقد! کون کہتا ہے کہ دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے؟

عمر بھر مجرد رہے، اہل و عیال کے جنجال سے دور رہے، مگر اخلاق میں اتنا اونچا مقام حاصل تھا کہ دنیا کو کانا پھوسی کا، انگشت نمائی کا موقع ہی نہیں دیا، عوام تو عوام اخص الخواص کی نظروں میں بھی ان کی وہ ساکھ تھی، وہ ڈھاک تھی کہ باید و شاید۔

مولانا، افغانی الاصل تھے، خدا جانے کب آئے تھے اور کیسے آئے تھے کہ حیدرآباد میں رہ گئے تھے۔ مگر وہ مدت العمر افغانستان ہی کے شہری رہے، میرے ایک دوست مولوی عزیز اللہ خاں صاحب مولانا کے نیاز مند تھے۔ یہ بیان کرتے تھے کہ مولانا کا یہ معمول تھا کہ وقتاً فوقتاً اپنے وطن تشریف لے جاتے اور اپنی شہریت کی تجدید کروا آتے مگر آخری آرام گاہ حیدرآباد ہی میں مقدر تھی۔ انہیں اپنے وطن کے ساتھ اپنی مادری زبان پشتو سے بھی بڑی محبت تھی۔

معلوم نہ ہو سکا کہ رحلت کب پائی اندازہ یہ ہے کہ ۱۹۷۵ء کے لگ بھگ یہ سانحہ پیش آیا ہو، ماشاء اللہ عمر خاصی اونچی پائی، نوے کے قریب رہے ہوں گے۔ مگر قویٰ اچھے تھے۔ اخیر تک صحت مند رہے۔

۱۹۶۳ء کے آس پاس کی بات ہے کہ حیدرآباد کے مذہبی حلقوں میں آلۂ مکبر الصوت کی بابت بحث یہ چھڑ گئی کہ نماز میں اس کا استعمال جائز ہے کہ نہیں، صورتِ حال نے دو فریق پیدا کر دیے تھے۔ عدم جواز کے قائل حضرات زیادہ تر

اصحاب تصوف وارباب طریقت تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ یہ آلہ آواز کو بڑھاتا اور پھیلاتا ہی نہیں، اسے بدل بھی دیتا ہے اس لئے اس سے کام لینادرست نہیں، البتہ خطبات وتقاریر کے لئے اسے استعمال کیا جاسکتا ہے کہ یہ باتیں اس معنی میں عبادت نہیں ہیں جس معنی میں نماز ہے۔ حیدرآباد کے اکثر علماء اسی نقطۂ نظر کے حامل تھے۔ علماء کا ایک اور گروہ بھی تھا، گو یہ بھی حنفی تھا مگر بریلوی نہیں تھا۔ یہ نماز اور غیر نماز دونوں میں لاوڈاسپیکر کے استعمال کے جواز پر زور دیتا ہے اس گروہ کے ایک نمایندے مولانا حامد صدیقی تھے جو نام پلی میں میرے جوار میں رہتے تھے

مجھے یاد ہے کہ جس زمانہ میں اس مسئلہ کی بابت ردو کد بڑے شدومد سے جاری تھی میں نے دائرۃ المعارف کے ایک رفیق سے سنا کہ مولانا ابوالوفاء نے گلو گیر آواز میں فرمایا، کہ یہ شخص (یعنی مولانا حامد صدیقی) ایک سنت پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے بال بال بچ گیا تھا اور آج یہی شخص ایک غیر مسنون شئے کے جواز کا قائل ہے۔ لگے ہاتھوں اس تلمیح کی کچھ تشریح بھی سن لیجئے، پولیس ایکشن کا ہنگامہ خیز زمانہ تھا کہ مولانا صدیقی ٹرین سے گلبرگہ جارہے تھے کہ کوئی شرپسند ان کی جان کے درپے ہوگیا مگر خدا کا کرنا کہ ایک سردار جی نے ڈاڑھی سے پہچان کر کہ یہ مسلمان ہیں۔ مولانا کی جان بچائی تھی۔ مولانا ابوالوفاء کا اشارہ اسی واقعہ کی طرف تھا۔

میں نے مولانا ابوالوفاء کا یہ قول مولانا حامد صدیقی کے ایک عزیز سے کہہ سنایا، اس پر یہاں یہ تاثر قائم ہوا کہ مولانا ابوالوفاء کو اپنی بات کی پچ نہیں ہے، وہ اپنے موقف میں مخلص ہیں۔ انہیں اس مسئلہ کی بابت غلط فہمی ہوئی ہے۔ گفت و

شنید کے ذریعہ بات صاف کرنی چاہیے مگر خدا جانے کیا کھنڈت پڑ گئی تھی کہ بات آگے نہ بڑھ سکی۔

مولانا درس و تدریس یا وعظ و تقریر کے آدمی نہیں تھے وہ علمی تحقیق و تصنیفی کاوش کے آدمی تھے یا پھر ان کا جوہر عمل تھا اور اسی لئے گروہ مشائخ کی نظروں میں بڑے محترم تھے۔ ع

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

اللہ اپنے اس بندے کی بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین

(ماخوذ از "مجھے یاد آنے والے" مصنف، محمد ثناء اللہ عمری، ایم۔اے سن طباعت ۱۹۹۶ء)

فقيه الأعظم حضرة العلامة

حافظ أبو الوفاء الأفغاني رحمة الله عليه

١٣١٠ - ١٣٩٥ هـ / ١٩٧٥ء

بقلم : مولانا أبو بكر محمد الهاشمي

صدر مصحح دائرة المعارف العثمانيه

و صدر مجلس احياء المعارف النعمانيه - حيدرآباد

علامہ مفتی مخدوم بیگ علیہ الرحمہ مفتی جامعہ نظامیہ کے علمی و عملی خانوادے میں تولد ہوئے۔ علامہ ابوالوفاء الافغانیؒ کی خاص عنایت و توجہ سے تعلیمی و روحانی فیض اور علوم قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ میں کمال حاصل کیا، ربع صدی سے زائد دائرۃ المعارف العثمانیہ میں نادر و نایاب مخطوطات کی تحقیق و اشاعت میں مصروف ہیں ان دنوں صدر مصحح کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ، حیدرآباد کے بھی آپ ہی صدر نشین ہیں۔

وكان مولده يوم النحر ١٣١٠هـ ببلد قندهار (من مدن افغانستان) نشأ ببلدة تحت رعاية والده الشيخ الكبير سيد مبارك شاه القادري ، ثم سافر إلى الهند طالبا فى صغره فلقى العلوم من العلماء الكبار ، والتحق بالمدرسة العاليه ببلدة " رامپور" ثم سافر إلى ناحية گجرات وتلقى المعقول و المنقول من العلماء البارزين ، ثم ورد مدينة حيدرآباد سنه ١٣٣٠ هـ و لحق بالمدرسة النظاميه و تخرج بها وحصل له الإجازات فى الحديث والتفسير والفقه والقراءة ، وحفظ القرآن الكريم (فكان يقرأ القرآن فى صلاة التراويح فى رمضان) فكان هنا من

شيوخه الامام الكبير أنوار الله (مؤسس المدرسة ودائرة المعارف العثمانيه) والشيخ الكبير عبد الصمد والشيخ عبد الكريم والشيخ محمد يعقوب والشيخ المقرئ الحافظ أيوب والشيخ الفقيه ركن الدين وغيرهم، ثم درس فى المدرسة النظامية الآداب العربية ثم الفقه الحنفى ثم الحديث النبوى، أسس هناك "لجنة إحياء المعارف النعمانية " بمساعدة من زملائه - وكان يرأس اللجنة متبرعا وينفق ماله عليها ، سافر الحجاز حاجا و حصل له هناك إجازات و أسانيد عالية فى كل نوع من العلوم العربية ، وكان العلماء الكبار فى جميع أنحاء العالم يكرمونه و يقدرون مساعيه في سبيل العلم كان رحمه الله مسندا لجميع العلوم من القراءة والتفسير والحديث والفقه ، و ذاع صيته فى الفقه الإسلامى و إحياء كتب الأئمة الكبار الحنفية ، جمع من مكتبات العالم و نشر من لجنة إحياء المعارف النعمانية ما هو معروف عند العلماء المحققين .

وكان رحمه الله - زاهدا ورعا قائم الليل ذاكراً لله معتصما بالسنة النبوية اعتصاما شديدا حتى يكره ترك المستحبات ، كان يراعى فى كل عمل يعمله السنة النبوية على صاحبها ألف تحية كان مولها بالذات النبوية الشريفة، فقيد المثال فى تقوى الله تعالى والأمانة والعفة ، وكان مجاهدا لله لا يخاف فى الله لومة لائم ، وكان يعرف علاء كلمة الحق عند كل من يهاب منه .

فلما وصل الشيخ الكبير العلامه المفضال أبو الوفاء سيد محمود

شاه القادری الحنفی (إلی هذه اللفظة الاخرة) من تعليقه هذا مرض مرضا شديدا بذات الجنب فمرضوه وداوره بأحدث المعالجة الطبية ولكن بدون أی جدوی، وتوفی إلی رحمة الله تعالی بعد عشرة أيام صباح الأربعاء ١٣ من شهر رجب المرجب سنه ١٣٩٥ ھ فصلی عليه قبيل العصر ، و دفن بعد المغرب بالمقبرة النقشبندية بحيدرآباد ، وكان يوما مشهودا ، و أقيمت له مجالس التعزية وختمات القرآن الكريم فرحمه الله رحمة واسعة و قدس سره العزيز وارفع درجاته فی أعلی عليين ، و وفقنا للعمل بسيرته و أفاض علينا من فيوضاته العلمية والروحية وصلی الله علی سيدنا محمد و آله وسلم ، والحمد لله رب العالمين .

اردو قالب : مولانا شیخ محمد عبدالغفور قادری صاحب، نائب شیخ التجوید جامعہ نظامیہ حیدرآباد

سید محمود شاہ نام ابو الوفا کنیت ہے والد کا نام سید مبارک شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ ہے آپ بروز جمعہ صبح کی ساعتوں میں ۱۰ / ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو افغانستان کے شہر قندھار میں تولد ہوئے ،آپ حسنی سادات سے ہیں ، ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم اور شہر کے اساتذہ کرام سے حاصل کی۔ کمسنی ہی میں آپ یتیم ہو گئے۔اس کے بعد آپ نے حصول علم کے لئے ہندوستان کا قصد کیا اور گجرات میں قیام کر کے وہاں کے علماء سے استفادہ کیا پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں داخلہ لیا۔ جب وہاں جامعہ نظامیہ کی علمی شہرت سنی تو آپ ۱۳۳۰ھ میں حیدرآباد تشریف لائے۔اور جامعہ نظامیہ میں

داخلہ لیا۔ اور حضرت علامہ انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مفتی عبد الکریم افغانی رحمۃ اللہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مفتی رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علوم معقولات و منقولات میں تعلیم پائی اور اس میں کمال حاصل کیا اس طرح افغانستان کا یہ مایہ ناز سپوت جس نے حیدرآباد کو اپنا گھوارہ علم بنالیا تھا فقہ حنفی کے امام سمجھے جاتے تھے ائمہ حنفیہ کے کتابوں کے حافظ تھے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد کی کتابوں کے عاشق تھے ان علماء کی کتابوں کو دنیا کے گوشہ گوشہ سے جمع کر کے ان کی حفاظت کرتے تھے، جامعہ نظامیہ میں عرصہ دراز تک درس و تدریس میں مشغول رہے، بعد میں معمولی وظیفہ پر علاحدہ ہوئے اور اس وظیفہ سے قوت لایموت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ امراء حیدرآباد مدعو کرتے لیکن دعوتوں میں بھی نہیں جاتے تھے آپ نے ایک اصول بنالیا تھا کہ کسی کا کوئی ہدیہ قبول نہ کیا جائے نہ غنی کا نہ فقیر کا اور نہ عالم کا نہ بے علم کا۔ اور آپ اپنے اس اصول پر قائم رہے حتی کہ تنگی کی وجہ سے آپ پر کئی کئی وقت فاقہ گزارا مگر اپنا اصول نہ توڑا۔

حضرت کی زندگی کا سب سے بڑا اور قابل فخر کارنامہ ''مجلس احیاء المعارف النعمانیہ'' جیسے ادارہ کی تاسیس ہے اس ادارے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ حضرات ائمہ کرام امام اعظم، امام محمد، امام ابو یوسف رحمھم اللہ عنھم اجمعین کی تصانیف کو مہیا کر کے تعلیقات و مقدمات کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس کے بعد طبقہ ثانیہ کے فقہا حنفیہ کے تالیفات کی خدمت کی جائے۔

اس مجلس میں جامعہ نظامیہ کے اجلہ علماء رکن کی حیثیت سے شریک کار رہے ان علماء کے علاوہ اس ادارہ کے مقاصد و عزائم کو جان کر مولانا انور شاہ کاشمیری رحمۃ

اللہ علیہ مولانا یوسف بنوری، مولانا مفتی مہدی حسن صاحب پاکستان کے علاوہ عالم اسلام کے مشہور محقق حنفی عالم علامہ محمد زاہد الکوثر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مصر) اس کے رکن مقرر ہوئے اور رضوان محمد رضوان صاحب کو قاہرہ میں اس کا وکیل مقرر کیا۔ حضرت نے احیاء المعارف النعمانیہ کی جس انہماک و شغف اور عشق و محبت سے علمی خدمت کی ہے اس کی نظیر ملنا بڑی مشکل ہے ایسی ہستیاں بہت کم ہیں جو اس انداز سے خدمت کرتی ہوں، شب و روز عبادت و سحر خیزی کے علاوہ کتابوں کی تصحیح و مقابلہ ہے یا تعلیق کا کام ہے اور کمال تو یہ کہ حضرت ایک حبہ تک مجلس سے نہ لیتے تھے اور اپنے ان علمی مشاغل میں شریک کار مقابلہ وغیرہ کے لئے بھی ایسے لوگوں کا انتخاب کرتے جن کو معاوضہ دینا نہ پڑے۔ جن میں قابل ذکر حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحبؒ حضرت مفتی مخدوم بیگ صاحبؒ، مولانا قاری عبد الرحمٰن بن محفوظ صاحبؒ، مولانا ریاض الدین صاحبؒ، مولانا اکبر علی صاحبؒ وغیرہ ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مدظلہ العالی (حال مقیم امریکہ) بھی اس کے رکن ہیں علاوہ ازیں ان سے بھی مقابلہ و تصحیح کے خدمات لیتے تھے۔

حضرت قبلہ نے تجرد کی زندگی گزاری اور تمام زندگی علمی خدمات کے نذر کردی اور تقریباً پچاس سال تک مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ عربی کے بہت بڑے مولف تصور کئے جاتے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابوں پر مقدمے لکھے اور تصحیح و تعلیق بھی فرمائی۔ جن میں قابل ذکر یہ ہیں (۱) کتاب الاصل محمد بن الحسن الشیبانی (۲) کتاب الآثار محمد بن الحسن التاریخ الکبیر للامام البخاری۔ الجامع الکبیر محمد بن الحسن الشیبانی، مختصر الامام ابی جعفر الطحاوی فی الفقہ، کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابو یوسف، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلہ للامام ابی یوسف، شرح کتاب

ادب القاضی، لابی بحر الخصاف۔ وغیرہ کے علاوہ فن تجوید میں ایک مستقل کتاب بنام

"دلیل القاری علی کلام الباری" بزبان عربی اور اردو میں پنج مسئلہ تالیف فرمائے۔

آپ اپنے عمر کے آخری حصہ میں کتاب الآثار محمد بن الشیبانی کے حاشیہ کے تصحیح و تعلیق میں مصروف تھے اس کتاب کا اور بہت سا کام باقی تھا مگر آپ کتاب الصلوۃ کے آخری باب الجنائز میں اس حدیث شریف کو کنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها فإنها تزهدكم فى الدنيا و تذكركم الاٰخرة ----

میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا ہوشیار ہو جاؤ پس ان کی زیارت کرو کیوں کہ وہ تم کو دنیا میں زاہد بناتی ہے اور تم کو آخرت یاد دلاتی ہے کہ الاخرۃ کے (ۃ) پر پہنچے کہ قلم رک گیا اور آپ کی طبیعت بگڑنے لگی اور قلم ایسا رکا کہ آپ اس کے بعد کچھ نہ لکھے اس طرح آپ کے قلم سے نکلا ہوا آخری لفظ الاخرۃ تھا۔ آپ کے علمی کام کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ صرف اس خدمت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ کیوں کہ بارہ سو سال کی مدت میں آپ نے جس انداز سے احناف کے ام الکتب کی خدمت کی کوئی اور ایسا ہم کو دکھائی نہیں دیتا۔

آپ کا وصال بروز چہار شنبہ صبح ۱۳/ رجب ۱۳۹۵ ہجری کو ہوا نماز جنازہ اسی دن عصر کے وقت جامعہ نظامیہ کے صحن میں ادا کی گئی اور نقشبندی چمن مصری گنج میں تدفین عمل میں آئی۔

نقل خط مولانا مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ مفتی راندیر

مشہور محقق، عالم جن کے نوک قلم سے نکلی ہوئی تحقیقات علم وادب کی دنیا میں خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں، فقہ حنفی واسلامیات پر مقتدر شخصیت اور مفتی راندیر "کتاب الحجة علی اهل المدینه" کی آپ نے تصحیح کی اور عمدہ تعلیقات بھی تحریر فرمائیں۔

آج کی ڈاک سے تحفہ سنیہ الرد علی سیر الاوزاعی اور اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ پہونچا مسرت اور انتہا حد سے گزر گیا۔ شکریہ کے ساتھ داعی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے قوائے علمیہ میں اور برکت عطا فرمائے اور دو عالم میں اس سعی احیاء کی جزاء دے آمین۔

آپ کے لجنہ نے احناف پر جو احسان کیا ہے اس کو زمانہ کی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی کہ ایسے درر نادرہ کو سعی وجانکاہی سے دنیا کے علمی بازار میں مفت پیش کر دیا۔

جزاکم الله خیر الجزاء۔

خط مولانا شیخ محمد زاہد الکوثری ثم المصریؒ

۲۸/ شوال ۱۲۹۶ھ استنبول ترکی میں تولد ہوئے استنبول یونیورسٹی میں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں، علامہ کوثری ترکی کے بہت ہی اہم منصب "شیخ الاسلام" کے وکیل مقرر ہوئے۔ مصر، شام وترکی کے مخطوطات پر آپ کی تحقیقی نظر تھی۔ حنفیت اور ماتریدیت میں شیخ کو آصلب حاصل تھا۔ تصانیف کی تعداد ۵۱ ہے۔ بڑے محقق ناقد متکلم تھے ۱۳۷۱ھ مصر میں انتقال ہوا۔

وبعد فانی اقدم الی حضراتکم عظیم اشواقی و احتراماتی شاکراً لکم علی تالیفکم لجنة علمية كبرىٰ لمهمة القيام بطبع مؤلفات الاقدمين من ائمتنا الفقهاء السادة الحنفاء وايم الله انكم بهذا العمل تملاؤن فراغاً

وتقومون بواجب علمى اهمل فى هذا العصر بالنظر الىٰ ان غالب الاثار التى
تطبع فى مختلف البلاد اما لمقاصد تجارية بحتة قام العلم اوسقط واما
لدعاية لنحل منية تراد بالغاشها اذاعة الريوب واماتة القلوب واهل الحق فى
سبات عميق مستسلمين لما يحل بهم من وسائل شتات دبرها اهل الباطل
لاجل تفريق كلمتهم وهاهى آثار تلك والحيل والدسائس ماثلة ملموسة فى
الجهات بيد كل لامس ومن يغار على ذالك قلما ما يجد الاسباب تحول دون
هذه الفوضى متوفرة لديه فان اقامته الغيرة اقعده العجز ولله الفضل والمنة
حيث الهمكم هذا المشروع الجليل الاثر ويسرلكم اسباب القيام بهذا المهمة
العظيمة فى مثل هذا العصر تحت رعاية النظام البديع النظام العظيم
الاهتمام شكر علي هذه المفاخر والمآثر اادامه الله ذخرا للعلم وسهل لكم هذه
المهمة الشاقة بمنه وكرمه آمين (و كتب فى آخر الكتاب) و انى آمل من
فضل الله سبحانه ان يوفقكم لطبع كتب اصحابنا القدما, مثل الاصل
(المبسوط) والجامع الكبير وباقى كتب الامام محمد بن الحسن الشيبانى
من اصولها القديمة وكتب الطحاوى وتجريد القدورى والاسرار وتقويم
الادلة للدبرسى و تاويلات ابى منصور و شرح تاويلات للعلاء السمرقندى
وتبصرة الادلة لابى معين والمسائل الشريقة فى ادلة ابى حنيفة لشمس
الديرى و شرح معانى الآثار للبدر العينى و نحو ذالك من الكتب الممتعة
وتخريج الاحاديث والاخبار للعلامة قاسم و نحو ذالك من الكتب المؤلفة فى
محتلف القرون بعد الانتهاء من الكتب الاقدمين ومما زاد فى سرورى طبعكم
كتاب العالم والمتعلم رواية ابى المقاتل حفص بن سلم السمرقندى.

ترجمہ : بعد حمد وصلوۃ کے میں آپ حضرات کی خدمت میں نہایت ہی شکریہ کے ساتھ اپنے احترامات اور اشتیاق کو پیش کر رہا ہوں کہ آپ حضرات نے ہمارے ائمہ فقہا اور سادات حنفاء کی قدیم کتب کی طباعت کے اہتمام کے لئے ایک بہت بڑی مجلس علمیہ بنائی ہے۔ خدا کرے کہ آپ اپنے اس عمل واجب کو جو اس زمانہ میں چھوڑ دیا گیا ہے اس کو قائم کر دیں۔ بمد نظر اس امر کے اکثر آثار جن کی طباعت مختلف شہروں میں ہوتی ہے یا تو خالصاً تجارت کے مقاصد کے تحت ہوتی ہے۔ چاہے اس سے علم قائم رہے یا ضائع ہو جائے یا محض ایسی خواہش کے تحت ان کی طباعت ہوتی ہے جن کے ابھارنے کا مقصد دین میں شکوک پیدا کرنا اور دلوں کو مردہ بنانا ہے اور اہل حق ان چیزوں سے بے خبر نہایت گہری نیند میں ہیں جو مختلف وسائل وذرائع سے ان میں سرایت کر رہی ہیں جن کو اہل باطل نے نہایت ہی تدبیر سے جاری کیا ہے جس سے محض ان میں پھوٹ ڈالنا مقصود ہے۔ یہی وہ آثار ہیں جو ان حیلوں اور دسیسوں کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں اور ہر جہات سے چھونے والے کے ہاتھ کو چھو رہے ہیں۔ جو شخص ان کی مخالفت کرتا ہے اس کو ایسے اسباب میسر نہیں اور اگر غیرت کبھی ابھارتی ہے تو تہیدستی اس غیرت کو بٹھا دیتی ہے اللہ کا شکر واحسان ہے کہ آپ کو نہایت مہتم بالشان موثر مشروع امر کے جانب خیال دلایا اور اس امر مہم کے جاری رکھنے کے اسباب آسان کیے۔ ایسے زمانہ میں زیر سایہ عاطفت مملکت نظام اس کام کا آغاز ہوا ہے کہ جن کے انتظامات نادر اور جن کے اہتمامات قدیم کتب کی نشر و اشاعت میں مشہور ہیں۔ اور ان مفاخروں اور مآثر کی بدولت اہل علم ان کے بڑے شکر گزار ہیں۔ خدا ان کو ہمیشہ علم کے تحفظ کے لئے قائم ودائم رکھے اور آپ لوگوں پر اس مہم عظیمہ اور شاقہ کو اپنے فضل و کرم سے آسان کر دے۔ آمین

اور آخر خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ کے فضل سے متوقع ہوں کہ

خدائے تعالیٰ آپ لوگوں کو ہمارے اصحاب قدما کے کتابوں کی طباعت کی توفیق دے۔ جیسے الاصل (المبسوط) اور جامع کبیر اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے باقی کتب جو مسلمہ طور پر اصول قدیمہ سے ہیں اور طحاویؒ اور جصاصؒ کی کتابیں اور تجرید قدوری اور اسرار اور تقویم الادلہ للدبوسی و تاویلات ابی منصور اور شرح تاویلات للعلاء السمرقندی و تبصرۃ الادلہ لابی معین اور مسائل شریفہ فی ادلۃ ابی حنیفہ لشمس دیری اور شرح معانی الآثار للبدر العینی اور ان کے مانند کتب جن سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اور تخریج الاحادیث والاخبار للعلامہ قاسم اور ان کی مانند مختلف صدیوں میں جو کتب متقدمین کے تالیفات کے منتہی ہونے کے بعد تالیف کی گئی ہیں کتاب العالم والمتعلم بروایت ابی مقاتل حفص بن سلم سمرقندی کی طباعت میری مسرت کے ازدیاد کا باعث ہوئی۔

شیخ صاحب کا دوسرا خط:

وبعد فقد وصل الى خطابكم الكريم المورخ بتاريخ ٢٢ / صفر ١٣٥٥ ھ في ثاني ربيع الاول فسررت سرورا عظيماً من جهودكم المتواصلة في سبيل احياء آثارائمتنا الاقدمين مع الشكور العظيم على تلك الكلمات الطيبة التي اسديتموها لهذا العاجز عن غير جدارة مني لتلك الاصاف وانما هي اوصاف حضرة صديقنا العلامة المفضال الذي يسعي بكل ما اوتي من حول وطول في سبيل احياء معارف السلف بهمة تقلع الجبال ولا تعرف الملل شكر الله سعيكم وتوج اعمالكم بالنجاح الكامل وسهل لكم السبيل الى هذه الغاية النبيلة فضيلتكم وحضرات زملائكم الكرام تخلدون فخرا عظيما على ناصية الدهر حقا لمساعيكم الحميدة في سبيل احياء معارف ساداتنا الائمة

وبها تنالون اجرا عظيما عند الله وشكرا متواليا على توالى الاجيال من جمهور اهل العلم المخلصين وقد اطلعت على بعض ما جاء به براعكم الفياض من تحقيقات قيمة على كتاب الآثار جداً فدعوت الله عزو جل ان يمن على العلم بطول بقائكم فى عافية وبسرو سعة حتى يتم على ايديكم احياء امثال هذا الكتاب القيم امثال امثاله

ترجمہ: بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ آپ کا خط مورخہ ۲۲/صفر ۱۳۵۵ھ کو ملا آپ کے ان پے در پے کوششوں کو جو ہمارے ائمہ متقدمین کے آثار کے احیاء کے راستہ میں جاری ہیں معلوم کر کے مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ میں ان کلمات طیبات کا جو آپ نے اس عاجز کو لکھے ہیں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حقیقت میں ان اوصاف کا یہہ عاجز مستحق نہیں ہے بلکہ یہہ اوصاف دراصل ہمارے دوست علامہ فاضل کے ہیں جو احیاء معارف سلف پر ممکنہ سعی سے کام لے رہے ہیں اس ہمت سے جو پہاڑوں کو متزلزل کر سکتی ہے اور جو کبھی ملول نہیں ہوتی۔ خدائے تعالیٰ آپ کی سعی کو مشکور کرے اور آپ کے اعمال کو کامل کامیابی کا تاج پہنائے اور آپ کے لئے اس مقصد عظیم کا راستہ آسان کر دے اور آپ کے محترم رفقاء ناصیہ دہر پر بہت بڑا فخر چھوڑ جائیں جو آپ کے مساعی جمیلہ کا حق ہے جو ہمارے سادات ائمہ کے احیاء کے راستہ میں جاری ہیں اور جس سے آپ حضرات خدا کے پاس اجر عظیم کے مستحق ہوں اور تمام مخلصین اہل علم کی جانب سے ان متوالی کوششوں پر زمانہ کے قائم ودائم رہنے تک شکریہ کے مستحق ہیں اور آپ کے قلم فیاض سے جو قیمتی تحقیقات کتاب الآثار پر ظاہر ہوئی ہیں میں ان سے مطلع ہوا اور اس نے مجھے نہایت تعجب میں ڈالدیا میں اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو عافیت، سہولت، خوشحالی میں دیر گاہ سلامت رکھے تاکہ آپ کے ہاتھوں پر اس جیسی قیمتی کتاب اور اس کے امثالِ امثال کا احیاء ہو۔

خط قاضی ابو الاشبال احمد محمد شاکر شافعی قاضی مصر

علوم وفنون اسلامیہ کے ماہر، فقہ شافعی کے ممتاز عالم، عظیم محقق، علماء مصر میں بلند مرتبہ کے حامل، قاضی مصر۔

تشرفت باخذ كتابكم المورخ ٩ / رجب ٥١ هـ بيد الفخار والسرور وملأ نفسي غبط ان علمت خبر انشائكم لجنة احياء المعارف النعمانيه لطبع كتب الاحناف المتقدمين رضي الله عنهم وهذا عمل جليل يسر له كل مسلم صادق الايمان لما فيه من احياء آثار السلف الصالح و نشر علومهم وافكارهم لقطع النظر من الفكرة الذهبية فكلهم ائمتنا وكلهم علمائنا وكلهم فخرنا وليتنا نقدر على الوصول الى اصغر جزء مما وصلوا اليه من العلم والمعرفة والنور المستمد من نور سيد الوجود عليه الصلوٰة والسلام (الى ان قال) تم انى حادثت فى امر اللجنة المباركة التى انشأتموها حضرة صاحب الفضيلة استاذنا الجليل مفتي الديار المصريه (محمد نجيت) فاعلن بسروره بهذا العمل النافع وكلفني ان اعرض عليكم طبع كتاب محيط البرهاني وهو من اجل الكتب النافعة فى فقه الامام الاعظم رضي الله عنه وهو موجود كامل بدار الكتب المصريه وانى اضع كل ما فى وسعى من قوة وهمة فى خدمة لجنتكم الموقره وان امر يصدرمنها الى فانا ابذل جهدى فى نفاذه بحول الله وقوته ـ

ترجمہ : قاضی ابو الاشبال احمد محمد شاکر شافعی آپ کے خط مورخہ ۹ / رجب ۱۳۵۱ھ سے مشرف ہوا جو موجب فخر ومباہات ومسرت ہوا اور جب کہ میں نے کتب متقدمین احناف رضی اللہ عنہم کے طباعت کے لئے قیام مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی اطلاع پائی تو میرے نفس میں رشک پیدا ہوا۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ جس سے ہر مسلمان صادق الایمان

خوش ہوگا اس لئے کہ اس کے قیام میں آثار سلف صالح کا احیاء اور ان کے علوم کی نشر و اشاعت ہے۔ قطع نظر اس کے کہ جو بھی مذہب ہو ہمارے سلف ہیں وہ ہمارے ائمہ ہیں اور سب کے سب ہمارے علماء ہیں اور سب کے سب ہمارے فخر ہیں کاش کہ ہم ان کے علم و معرفت کے ادنیٰ زینہ تک رسائی حاصل کرنے پر قادر ہوتے جہاں ان کی رسائی ہوئی ہے اور ان کے نور سے جو سید کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے نور سے ہم تک پہنچا ہے منور ہوتے (اور آخر پر تحریر فرماتے ہیں) کہ میں نے اس مجلس مبارک کے موقعہ کا تذکرہ جس کو آپ حضرات نے قائم کیا ہے میرے استاد حضرت مجمع الفضائل مفتی دیار مصر محمد نجیت صاحب سے کیا اس فائدہ بخش کام پر انہوں نے اپنی بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور مجھے ارشاد فرمایا کہ میں آپ حضرات کے سامنے طباعت کتاب محیط برہانی کو پیش کروں جو اصل کتب فقہ مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اور مفید ترین کتاب ہے۔ اور کامل و مکمل دار الکتب مصریہ میں موجود ہے اور فرمایا کہ میں بھی حتی الوسع آپ کی مجلس موقر کی خدمت کے لئے حاضر ہوں اور جو کام بھی مجھ سے ہوسکے گا میں اس کے پورا کرنے میں اپنی کوشش کو بحول اللہ و قوتہ صرف کروں گا۔

خط مولانا شیخ محمد راغب طباخ حلبی صاحب مطبعہ علمیہ مصر

> شیخ نے علمی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ ملک شام کے مشہور شہر حلب کی کلیہ شرعیہ کے شعبہ حدیث و تاریخ میں بحیثیت استاذ برسوں خدمات انجام دیں۔ تصنیف و تالیف و تحقیق میں عمر گزری "الثقافة الاسلامیه" نامی کتاب میں عالم اسلام کے درجنوں نایاب قلمی کتابوں اور نادر مخطوطات کے متعلق معلومات کو یکجا کیا علامہ ابو الوفاء الافغانی کی شخصیت و علمیت کے معترف تھے اور آپ سے مراسلت بھی تھی ۱۳۷۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

وبعد فقد كنت قرأت في مجلة المجمع العلمي العربيه الدمشقية انه تشكل تحت رياستكم في حيدرآباد لجنة لاحياء المعارف النعمانيه غايتها

نشر الكتب المهمة القديمة فی مذهب الامام الاعظم ابی حنیفة رضی الله عنه فسررت لهذا الخبر جداً وشکرت همتکم ولاریب فی حاجة الی نشر کتب المتقدمین علی اختلاف مذاهبهم ومناهجهم وعسیٰ ان تکونوا توفقتم نشر بعض ماعرفتم علی نشره وفی مدینة حلب مکتبة تسمیٰ الاحمدیه وهی غنیة فی مذهب النعمان والآن اذکر لکم منها مایهمکم حتی اذا رائیتم فیه استنساخ شئی منها فانی اعاونکم بهذا الخصوص بقدر الامکان۔

ترجمہ: واضح ہو کہ میں نے مجلہ مجمع علمی عربیہ دمشق میں یہ پڑھ کر کہ آپ کے ریاست حیدرآباد میں ایک مجلس احیاء معارف نعمانیہ تشکیل پائی ہے جس کا مقصد مذہب امام اعظم ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اہم کتب قدیمہ کو شائع کرنا ہے۔آپ کی ہمت پر آفرین کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ کتب متقدمین کی نشر و اشاعت کی باوجود ان کے اختلاف مذاہب اور اختلاف مناہج کے میں ضرورت محسوس کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ آپ کو بھی اس کا علم ہونے کے بعد بعض کتب کے نشرواشاعت کی توفیق ہوئی ہو۔ شہر حلب میں ایک مکتبہ احمدیہ ہے جس میں مذہب نعمان کا کافی ذخیرہ ہے۔اس موقع پر میں یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر آپ اس مکتبہ سے کچھ نقل کروانا چاہیں تو میں بقدر امکان اس میں آپ کی مدد کر سکوں گا۔

خط ڈاکٹر یوسف شخت (جرمنی)

جرمنی کے مشہور اہل فکر و نظر کے ترجمان، مستشرقین کی جماعت کے صدر جو تیرہویں صدی میں علوم عربیہ کی تحقیقات میں مصروف و سرگرم عمل تھے جن کی علامہ افغانی سے مراسلت بھی تھی۔احیاء المعارف النعمانیہ کی علمی خدمات سے بے حد متاثر تھے۔

سررت جدا بافتتاح باب المکاتبة بجنابکم لانه لا یخفی علی واحد ان

عمل جنابكم ولجنتكم فى احياء الكتب الحنفيه القديمة من انفع الاعمال واشدها حاجة اليها لان مذهب الامام الاعظم مع اهميه وقدمه فى الزمان لايوجد له طباعة امهات كتبه كما يوجد للمالكيه مثلا الموطاء والمدينة واللشافعيه كتاب الام ومختصر المزنى واهنيكم على ما قد حصل على ايديكم فى هذا الباب فعلى ماستوفقون عليه انشاء الله وهو على كل شيء قدير وارجوكم أن تكلفونى بكل ماترونى اهلا للقيام به من به من خدمتكم فى هذا الشئون العلمية وغيرها وهو من واجبات التعاون والتفاهم .

ترجمہ : میں بہت خوش ہوں کہ ہماری باہمی مراسلت کا رشتہ قائم ہو گیا۔ کیوں کہ یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ کا کام اور آپ کی مجلس کا کام کتب حنفیہ قدیمہ کے احیاء میں نہایت مفید ترین کاموں میں سے ہے اور اس کی شدید حاجت ہے اس لئے کہ مذہب امام اعظمؒ باوجود اس کے اہمیت اور قدامت کے اس کے امہات کتب کی طباعت مفقود ہے جیسا کہ مالکیہ موطا اور مدونہ اور شافعیہ کی کتاب الام اور مختصر المزنی طبع ہو چکی ہے اس بارہ میں جو کچھ کام آپ نے کیا ہے اور آئندہ انشاء اللہ جس کی آپ کو توفیق ہو گی مبارکباد دیجاتی ہے اللہ ہر شئی پر قادر ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ عند الضرورۃ خدمات لائقہ سے مجھے یاد فرمائیں کے جو تعاون وتفاہم باہمی کے لئے ضروری ہے۔

ڈاکٹر موصوف کا دوسرا خط :

وانا مع كافة المحبين فى غاية الحرص على دوامكم على عملكم هذا المفيد فان الكتب الاخرىٰ التى تشغلو الآن باعدادها للطبع لا تنقص من الاولىٰ المطبوعة فائدة بل تكادان تزيد عليه خصوصاً الجامع الكبير للامام محمد بن الحسن الشيبانى وكتاب الاصل له واسئال الله تعالى ان

یوفقکم علی غرضکم الجزیل۔

ترجمہ: میں بھی آپ کے ان تمام رفقا میں شامل ہوں جو آپ کے مفید کام کے استقلال کی غایت درجہ تمنا رکھتے ہیں اس لئے کہ میری رائے میں یہ کتابیں جن کو آپ شائع فرما رہے ہیں آپ کی پہلی شائع کردہ کتابوں سے کچھ کم مفید نہیں ہیں بلکہ اس سے زائد ہی فائدہ بخش ہوں گی خصوصا امام محمد بن الحسن شیبانی کی جامع کبیر اور کتاب الاصل۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کے ان مقاصد عظیمہ میں آپ کی مدد کرے۔

تیسرا خط:

ان خطابکم الجلیل الشان هذا تناولناه بید السرور والافتخار و وجدناه مملوا تشریفا لنا واکراما بما تفضلتم به جنابکم وزملائکم المحترمون بدعوتنا الیٰ عضویة جمعیتکم العلمیة وانا اقبل هذا الامتیاز العالی بسرور عظیم و فخر و شکر و اوکد لجنابکم انی سأبذل کل الاجتهاد فی السعی فی تحقیق مقاصد الجمعیة وسیکون لی شعوری بالإنضمام الی صفوفکم العلمیة عونا بیناً فی اعمالی وتقویة فی اشغالی امتثالاً بالقاعدة الرابعة للجمعیة

ترجمہ: آپ کا یہ جلیل الشان خط جس کو ہم نے خوشی خوشی وصول کیا اور ہم نے اس کو کھولا تو اس کو کامل اکرام اور شرف سے بھرا ہوا پایا۔ آپ نے اور آپ کے رفقائے کرام نے ہم پر جو عنایت فرمائی اور آپ کے جمعیت علمیہ کی رکنیت کی دعوت دی ہے میں اس کو نہایت گرم جوشی اور نہایت فخر اور خوشی اور شکر کے ساتھ قبول کرتا ہوں اور جناب کو یقین دلاتا ہوں کہ میں مجلس کے مقاصد کی تکمیل میں دستور العمل مجلس کے فقرہ (۴) کے بموجب اپنی پوری کوشش صرف کروں گا اور ممکن ہے کہ آپ کے صفوف علمیہ میں داخل ہونے کی

بدولت مجھے اپنے کاموں میں بھی بڑی مدد اور تقویت ہوگی۔

کتاب العالم والمتعلم وشرح کتاب النفقات کے متعلق رائے

اقتباس رسالۂ معارف ماہ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مطابق جون ۱۹۳۲ء

حیدرآباد دکن کی مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کا تعارف کسی گزشتہ پرچہ میں کرایا گیا ہے۔ اس مجلس کا مقصد متقدمین ائمہ وعلمائے احناف کی غیر مطبوعہ کتابوں کو شائع کرنا ہے۔ مسرت ہے کہ اب اس مجلس نے علمی خدمت شروع کردی اور سب سے پہلے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک رسالہ کتاب العالم والمتعلم کو شائع کیا ہے یہ رسالہ عقائد وکلام کے چند اہم مسائل کفر وایمان اور معاصی وغیرہ کی تشریح پر مشتمل ہے شرح کتاب النفقات دوسرا رسالہ ہے جس کو مجلس نے شائع کیا ہے جس میں مختلف قسم کے نفقات و اخراجات کے وجوب کی ادائی کی تشریح مذہب حنفی کی رُو سے کی گئی ہے امید ہے کہ ہندوستان کے اہل علم اس مجلس کی ہمت افزائی اور اس کے مطبوعات کی اشاعت میں امداد دے کر اس کو مزید خدمات کے مواقع دیں گے۔

کتاب الآثار للامام ابی یوسف علیہ الرحمہ کی نسبت آرا:

اقتباس رسالہ معارف بابتہ اپریل ۱۹۳۷ء

اہل علم کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ احیاء المعارف نعمانیہ حیدرآباد کی طرف سے مولانا ابو الوفاء قندھاری نے قاضی ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار تصحیح و تعلیق کے بعد مصر سے چھپوا کر شائع کی ہے۔ کتاب الخراج کے بعد قاضی صاحب کی یہ دوسری کتاب اہل علم کے حلقہ تک پہنچی ہے۔

اس سے زیادہ فخر کے قابل یہ بات ہے کہ کئی اصحاب نے صرف اپنی کوششوں اور

محنت سے یہ ذوق اور شوق پیدا کیا اور ان کا درجہ یورپ کے اچھے اچھے لوگوں کے مقابلہ میں ہے منجملہ ان کے مولوی ابو الوفاء صاحب قندھاری حیدرآبادی کی کوششیں ہمارے شکریہ کی مستحق ہیں۔

مولوی ابو الوفاء صاحب قندھاری معتمد معارف نعمانیہ حیدرآباد نے قدیم ائمہ فقہ کی تصانیف تلاش کر کے ہندوستان، مصر قسطنطنیہ کے کتب خانوں سے عجیب عجیب چیزیں منگوائی ہیں اور ابھی اس مہینہ میں قاضی ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار کو تصحیح و تحشیہ و مراجعت کے بعد مصر سے شائع کیا ہے۔

اقتباس اخبار صدق مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۸ء

دکن کی مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کا تعارف کوئی چھ سال ہوئے سچ کے صفحات پر ہو چکا ہے۔ مجلس مذکور کے بعض نادر مطبوعات مثلاً کتاب العالم و المتعلم (امام اعظمؒ) اور کتاب النفقات (خصاف) پر بھی تبصرہ ان صفحات میں نکل چکا ہے۔ مجلس کا اصل مقصد ائمہ احناف کے گرانقدر و گم شدہ خزانوں کو گمنامی سے نکالنا و تلاش کر کے از سر نو شائع کرنا ہے۔ کتاب الآثار (امام یوسفؒ) اسی سلسلہ کی تازہ کڑی ہے۔ اب تک دنیا اس نام کی جس کتاب سے واقف تھی وہ امام محمدؒ کی تھی۔ اور امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار کا صرف نام ہی نام سننے میں آتا تھا۔ مجلس قابل مبارکباد ہے کہ اس نے اس گوہر گرانمایہ کو ڈھونڈ کر نکالا اور اس سے بھی بڑھ کر قابل مبارکباد صدر مجلس مولانا ابو الوفاء (استاد مدرسہ نظامیہ دکن) کی کوششیں کہ موصوف نے کمال مشقت و قابلیت سے جدید طرز پر مرتب و محشی کر کے شائع کیا۔ مرتب کی محنت و دیدہ ریزی کا اندازہ فہرست کتاب کی ترتیب سے ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کی تلاش و تفحص و ذوق علم کو دیکھنا ہے تو اس کا پتہ ان کے حواشی اور تعلیقات پر نظر کرنے سے چلے گا جو شروع سے آخر تک بڑی کثرت کے ساتھ ہیں۔

اقتباس مجلہ نظامیہ نمبر (۵) جلد اول ربیع الثانی ۱۹۵۷ء

علامہ زاہد کوثری کی بصیرت افروز رائے جو مصر کے موقر مجلہ الاسلام ۱۳/ محرم ۱۹۵۷ھ میں شائع ہوئی۔ کتاب الآثار ایسی کتاب ہے جس کے نسخے تمام دنیا کے خزانہ ہائے علم میں نادر الوجود ہو جانے کے باعث اس کو اس آخری زمانہ میں فراہم کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے اس کو اپنے وکیل متعینہ قاہرہ (مصر) کے ذریعہ طبع کرانے کی ہمت کی اور اس کا ایک مطبوعہ نسخہ ہمارے پاس ہدیۃً بھیجا ہے ہم نے اس کتاب کو پر منفعت انجمن کا نادر کارنامہ پایا جس کا تحشیہ مولانا العلامہ ابو الوفاء صاحب صدر مجلس مذکور نے فرمایا ہے جس کے مفید تحقیقات وبحث سے موصوف کے وسعت معلومات اور کتب آثار کے روایات اور راویوں کے جو حالات اپنی واقفیت کی بناء پر درج کئے ہیں ان کا اسماء الرجال کے کتب متداولہ میں ملنا دشوار ہے۔ اس بناء پر ہم موصوف کی فضیلت علمی کے معترف ہیں اور ارکان مجلس کے مساعی جمیلہ کے شکر گزار ہیں کہ فقہائے سلف کے آثار کو انہوں نے زندہ کیا۔ اور ہماری تمنا ہے کہ مجلس اپنے مقاصد حسنہ کی تکمیل میں کامیاب ہو اور اس کی مطبوعات جمہور علماء میں پوری طرح رائج ہو جائیں۔ اور سلف کے قابل فخر کارناموں سے محبت رکھنے والے اصحاب ارکان مجلس کی پوری تائید فرمائیں تاکہ مجلس کا یہ دشوار گزار علمی میدان بسہولت طے ہو سکے۔ ہماری بڑی آرزو تھی کہ ہمارے پاس مصر میں اہل علم کی کوئی جماعت ایسے اعمال جلیلہ کی طرف پوری توجہ فرماتی اور محض کتب ادب کے احیاء پر ان کی توجہات قاصر نہ رہتیں۔ امید کہ اب ہم اور ان ہند کے کارناموں کو دیکھ کر ہماری ہمتیں کبھی فقہائے اقدمین کے مآثر کے احیاء اور خزانہ علم سے ان کو تلاش کرکے نکالنے میں چست ہوں اور ہماری رائے میں علمائے ازہر شریف کا یہ مقدم ترین فریضہ ہے۔

کتاب جامع کبیر

اقتباس اخبار صدق لکھنو مورخہ ۲۱/ جون ۱۹۳۸ء

مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن کی ٹھوس اور مفید قابل قدر علمی خدمات کا سلسلہ برابر جاری ہے اور اس کی تازہ ترین قسط پیش نظر ہے۔ ایک نہیں متعدد کتابیں جس کے صرف نام اب تک سنتے ہیں اور جن کے حوالے دوسری کتابوں میں دیکھنے میں آتے تھے۔ مجلس مذکور کی حسن سعی سے شائع ہو کر منظر عام پر آگئی ہیں اور خلق خدا کو پہلی بار ان سے استفادہ کا موقع ملا ہے۔ فقہ حنفی کے سر تاج امام محمدؒ کی کتاب جامع کبیر بھی انہی نادر و نایاب کتابوں میں سے تھی۔ مجلس احیاء المعارف کے سرگرم کارکن مولانا مولوی ابو الوفاء صاحب نے کھوج کر کے اس کے استنبولی، مصری اور ہندی نسخوں کو نکالا اور مقابلہ اور تصحیح کے بعد شائع کر لیا ہے۔ اہل علم واہل خیر پر تو واجب ہے کہ ایسے مفید ادارہ کی اعانت ہر ممکن طریق سے کرتے رہیں۔

اقتباس رسالہ معارف نمبر ۲ جلد ۴۲ ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ

مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن جو فقہ حنفی کی امہات کتب کو چھاپنے کا کام بڑی محنت سے انجام دے رہی ہے ابھی حال میں اس نے امام محمدؒ کی مشہور کتاب جامع کبیر چھاپ کر شائع کی ہے۔ کتاب کے مسود و مصحح مولانا ابو الوفاء صاحب قندھاری مدرس مدرسہ نظامیہ نے جس طرح ٹونک جا کر ستائیس دنوں میں اس کتاب کو اپنے ہاتھ سے نقل کیا اور مصر اور قسطنطنیہ سے اس کے عکسی نسخے منگوا کر مقابلہ و تصحیح و تحشیہ کی خدمت انجام دی وہ علمائے سلف کی محنتوں کو یاد دلاتی ہے۔

کتاب الرد علی سیر الاوزاعی واختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ :

اقتباس اخبار صدق لکھنؤ مورخہ ۱۵ / اگست ۱۹۳۹ء

حیدر آباد کی مجلس احیاء المعارف النعمانیہ جب سے قائم ہوئی ہے برابر خاموشی کے ساتھ سنجیدہ اور اہم علمی خدمات میں لگی ہوئی ہے۔ اور اکابر قدماء کی وہ تصانیف جو نادر و کمیاب ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک کے بعد ایک شائع کرتی چلی جارہی ہے امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار اور امام محمدؒ کی جامع کبیر وغیرہ کا ذکر سچ اور صدق میں بار بار آچکا ہے۔ اب مجلس مذکور کے افادات کی تازہ قسط ان دو تصانیف اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ والرد علی سیر الاوزاعی کے قالب میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ دونوں کے مصنف امام ابو یوسفؒ ہیں اور یہ بتادینے کے بعد پھر کتابوں کے جلالت قدر کے بارے میں کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانا ہے ۔ فاضل مرتب کی کاوش بھی کچھ کم قابل داد نہیں ہے۔ تصحیح ومقابلہ کی مشقت سے قطع نظر کر کے حواشی وتعلیقات جس کثرت سے انہوں نے شامل کیے ہیں وہ یقیناً سخت جانفشانی کا کام ہے۔ جو حضرات عربی کی معمولی سی استعداد اور فقہیات اسلامی سے کچھ بھی ذوق رکھتے ہوں ان کو ان سب کے ایسے بیش بہا تحائف حرز جان بنا کر رکھنے کے لائق ہیں۔

(ماخوذ از : روئداد دہ سالہ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ، مطبوعہ مطبع برقی اعظم جاہی حیدر آباد)۔

● ● ● ●

شکرا و تقدیرا

إلی مقام سماحة الشیخ الفقیه المحدث الام الکبیر

العلامة ابی الوفاء الافغانی رحمه الله تعالی

نظمها: الدکتور سید جهانگیر نائب شیخ الادب العربی بالجامعه النظامیه

۱۹۵۹ء میں ولادت۔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد سے مولوی کامل اور عثمانیہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ادیب وشاعر، کئی قومی وبین الاقوامی سمارس میں شرکت کی اور مقالات پیش کئے۔ اور انوار العربیہ التطبیقیہ " "الخواطر" کے علاوہ دیگر کتب کے مصنف، نائب شیخ الادب عربی جامعہ نظامیہ کے عہدہ پر فائز ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی اسکالرس کے لئے گائیڈ منتخب کیا گیا۔ علامہ ابوالوفاءؒ کی علمی مجالس میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔

حظ يساعدنا لجميع روحنا — ونجدد ذكراً سيحي نفوسنا

ذا من حياته انعشت للخاملين — وقومت من اهمل قراننا

شيخ عظيم عيشه ذی اسوة — قد ثقفت انجاله يهدوننا

هو نابغ فی كل علم جاء من — هاد لنا منجی لنا من ربنا

ابو حنيفة دهره بعد الامام — الاعظم احی علومه ذخرنا

فمحدث وفقيه عصر قد مضى — لم يأت مثل امامنا زملائنا

الهاشمی مفتی علی منواله — حظی العناية من امام جدنا

قد نال محمود الكريم رضیً له — لمثوبة لخياره من ربنا

لن يقدر احد بدون تخلق — بالاسوة فی عيشهم لرقينا

سيد جهانغير رجا من ربه — ان ينعم افضاله سعد لنا

ہمیں است تربتِ آں مردِ عارف
"کہ کارِ خیر بے روئی و ریاء کرد"
بفیضِ عشقِ سلطانِ دو عالم
"کمالِ دین و دولت بو الوفا کرد"

نوٹ : حضرت مولانا ابو بکر محمد الہاشمی صاحب مدظلہ العالی صدر مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ ، و صدر نشین مجلس احیاء المعارف العمانیہ ، حیدرآباد و جانشین علامہ ابو الوفاء الافغانی رحمہ اللہ نے لسان الغیب حضرت حافظ شیرازیؒ کے دیوان سے استفادہ کرتے ہوئے مذکورہ دو شعر منظوم کیے۔ اس وقت ارادہ تھا کہ اس قطعہ کو لوحِ تربت پر دیگر عبارت کے ساتھ کندہ کروایا جائے۔